ماہنامہ

اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

شوال المکرم ۱۴۳۸ھ

July 2017

مُدیرِ اعلیٰ

(مولانا) محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں"

آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکارِ اعلیٰ حضرت نے ایک آل رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲ / ۱۹۰۴ء میں شہرستانِ عشق ومحبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر وترقی اور عظمت و رفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع و اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم وحکمت کی لازوال تروتازگی وشادابی میں سرکار مفتی اعظم ہند کا علمی وروحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اور تابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثار وقربانی اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اور مرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک روشن ومنور نمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہراہ ترقی پر جس کی تیز گامی میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ کی پرعزم، مستحکم اور مخلصانہ قیادت ونظامت کی درخشاں ودیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جو ماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کا قبلہ علوم وحکمت ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم وملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور '' تحریک تحفظ عظمت اولیا '' کے بے شمار جانباز سپاہی عطا فرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی وعصری علوم وفنون کے ساتھ اسلامی افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقا کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب ومسلک کی بے لوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیابار کرنوں کی روشنی میں اپنے روشن ومنور مستقبل کے خطوط متعین کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبۂ ایثار وتعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اور اس کے عروج وارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجئے تاکہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی وروحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

United PRINTERS BAREILLY

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بفیض روحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
"جیلانی میاں" علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۵۷/شمارہ نمبر ۷

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ
جولائی ۲۰۱۷ء
July 2017

مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ

محمد سبحان رضا قادری "سبحانی میاں" مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج

محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

مجلس مشاورت

حضرت علامہ مفتی عبد الواجد صاحب ہالینڈ
حضرت مفتی محمد شمیم اشرف ازہری مفتی اعظم ماریشس
حضرت مولانا ازہر القادری صاحب لندن
حضرت مولانا علی احمد صاحب سیوانی
حضرت مولانا صفی احمد صاحب رضوی انگلینڈ
حضرت مولانا محمد مسعود خوشتر صاحب ماریشس
حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمانی پاکستان
عالی جناب راجہ گل نواز رضوی صاحب انگلینڈ
عالی جناب ڈاکٹر سید محمود حسین صاحب چنئی
عالی جناب الحاج نوشاد علی جواتا، ماریشس

مجلس ادارت

مدیر: حضرت علامہ قاری عبد الرحمن خان قادری بریلوی
مدیر اعزازی: حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیر معاون: حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری
مرتب: حضرت مفتی محمد انور علی رضوی بہرائچی
تزئین کار: جناب ماسٹر محمد زبیر رضا خاں بریلوی
کمپوزنگ: جناب مرزا توحید بیگ رضوی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت

۸۴/سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581-2575683,
2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhaniman@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHANA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبر شپ

فی شمارہ:	20/-
زر سالانہ:	200/-
بیرون ملک:	20$/امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر "**مولانا سبحان رضا خاں**" نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

کلام الامام - امام الکلام

اندھیری رات ہے غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دلِ بے کس کا اس آفت میں آقا تو ہی والی ہے

نہ ہو مایوس آتی ہے صدا گورِ غریباں سے
نبی امت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے

اُترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اُجالی ہے

ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لاابالی ہے

اندھیرا گھر، اکیلی جاں، دم گھٹتا، دل اُکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

زمیں تپتی، کٹیلی راہ، بھاری بوجھ، گھائل پاؤں
مصیبت جھیلنے والے ترا اللہ والی ہے

رضاؔ منزل تو جیسی ہے وہ اک میں کیا سبھی کو ہے
تم اس کو روتے ہو، یہ تو کہو! یاں ہاتھ خالی ہے

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

فہرست

۱	کلام الامام امام الکلام	حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی	۱
۲	پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے	محمد سلیم بریلوی	۵
۳	باب التفسیر	مولانا ابرار الحق رحمانی	۹
۴	باب الحدیث	حضرت مولانا الحاج سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۱۰
۵	فتاویٰ منظر اسلام	حضرت مولانا احسن رضا قادری	۱۱
۶	شوال کے چھ روزے احادیث کی روشنی میں	حضرت علامہ ابراہیم خوشتر	۱۲
۷	جواہر البیان کی اشاعت جدید	محمد سلیم بریلوی	۱۴
۸	اللہ کا فضل اور انعام ہے عید سعید	حافظ محمد ہاشم قادری	۲۱
۹	تکفیر دیابنہ کے حوالہ سے ایک مغالطہ کا جواب	میثم عباس قادری، پاکستان	۲۴
۱۰	پردہ، اسلام اور عورت	مولانا محمد برہان الحق جلالی	۳۵
۱۱	طلاق یا طلاق ثلٰثہ کا بیجا استعمال	مولانا محمد علی قاضی	۴۰
۱۲	ہندوستان میں عربی زبان	انصاری یاسر کیرلہ	۴۳
۱۳	آوارہ وینا ملک	صاحبزادہ سید محمد نور الحسن، پاکستان	۴۶
۱۴	خواجہ معین الدین چشتی کے زرّیں مشن کی ضرورت	مولانا غلام مصطفیٰ رضوی	۴۸
۱۵	بم دھماکوں کے پیچھے چھپے مقاصد	صاحبزادہ سید نور الحسن، پاکستان	۵۰
۱۶	اشرف العلماء کا تصلب فی الدین	احمد رضا قادری امجدی	۵۲
۱۷	اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر کیا ہم غور کرتے ہیں	محمد سلمان کبیر نگری	۵۵
۱۸	مفتی جمیل خاں صاحب کی والدہ کا انتقال	محمد سلیم بریلوی	۵۶
۱۹	موت مومن کے لئے رحمت ہے	مولانا محمد راحت خاں قادری	۵۷

ہر ماہ انٹرنیٹ پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت پڑھنے کے لیے کلک کریں ہماری اس ویب سائٹ پر۔

Website:-www.aalahazrat.in, E-mail:-subhanimian@yahoo.co.in

E-mail:-mahanamaalahazrat@gmail.com,saleembly@gmail.com

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

تعصب پسند زعفرانی ذہنیت رکھنے والے اعلیٰ ذات سے متعلق ہندوؤں کے ظلم وستم سے عاجز آکر اسلام کے عادلانہ نظام کی پناہ میں آتے دلتوں کی دل جوئی پر آمادہ کرتی ایک سبق آموز تحریر

اداریہ:-مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

اسلام کی حقانیت: مذہب اسلام کی یہ خاصیت ہے کہ جب کبھی جس خطے میں بھی اسلامی تعلیمات پر پابندی عائد کی گئی یا اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی جتنی کوشش کی گئی تو اُس علاقہ کے اُفق پر اسلام کا سورج اتنی ہی آب و تاب کے ساتھ چمکتا نظر آیا ہے۔ اشاعتِ اسلام کی تاریخ پر اگر ہم ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو ہمیں ایسی ہزاروں مثالیں بآثانی دستیاب ہو جائیں گی کہ جس میں یہ دکھائی دیگا کہ مذہب اسلام کے چمکتے اور روشن رُخِ زیبا کو جتنا پراگندہ کرنے کی کوشش کی گئی اتنا ہی اسلام کا چہرہ دنیا والوں کے سامنے نکھر کر سامنے آتا دکھائی دیا۔ مسلمانوں کے اوپر جتنا ظلم وستم کیا گیا مسلمان اتنے ہی طاقتور انداز میں اُبھر کر سامنے آئے۔ اسلام کو بدنام کرنے کی جتنی بھی کوشش کی گئی اتنا ہی اسلام اپنی تمام تر پاکیزگیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ ساتھ منظر عام پر آیا۔ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس قوم اور جس مذہب کے ماننے والوں نے اسلام اور مسلمانوں کو دبانے اور مٹانے کی کوشش کی اُسی قوم اور اسی مذہب کے افراد ہی نے بعد میں اسلام کی بے مثال خدمات انجام دیتے ہوئے اور مذہب اسلام کے فروغ کے بے مثال کارنامے انجام دیتے ہوئے مقدس اسلام کی پاسبانی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے۔ اس سلسلہ میں تاتاریوں کو مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر اقبال نے اپنے شعر میں بیان کیا ؎

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

تعصب پسند ہندوؤں کی اسلام دشمنی: ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا آر۔ایس۔ایس، وشو ہندو پریشد اور بھاجپا جیسی زعفرانی اور تعصب پسند ذہنیت رکھنے والی تنظیمیں اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان تک ہندوستان سے مٹانے پر کمر بستہ ہیں۔ یہ تنظیمیں اربوں کھربوں روپیہ صرف اور صرف اسلام، اسلامی شریعت اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے خرچ کر رہی ہیں۔ ہندوستانی میڈیا کو خرید کر اسلام کے عادلانہ نظام پر انگلیاں اٹھانے کا مذموم کارنامہ انجام دے رہی ہیں۔ جگہ جگہ ورک شاپ قائم کر کے اپنا پورا زور اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے پر صرف کر رہی ہیں۔ ان کا یہ دیرینہ خواب ہے کہ کسی طرح یا تو ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم سے کم ایسی خرابیاں پیدا کر دی جائیں کہ ہندوستانی مسلمان نام اور شناخت کے اعتبار سے تو مسلمان ہوں مگر اسلامی روح سے بالکل خالی وعاری

ہوئیں۔وہ نام کے مسلمان تو رہیں مگر روحانی اسلام سے انہیں کوسوں دور کر دیا جائے۔اپنے آپ کو مسلمان تو کہلائیں مگر رسم و رواج اور تہذیب وثقافت کے اعتبار سے وہ دیو مالائی تہذیب کے دلدادہ اور تعصب پسند ہندوؤں کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن جائیں۔

اس سلسلہ میں آر۔ایس۔ایس۔کے ایک نہایت شاطر اور متحرک و فعال مبلغ ''اندریش کمار'' نے کافی کامیابی بھی حاصل کر لی۔اندریش کمار نے راجستھان ،اتراکھنڈ ،یوپی ،ہریانہ اور دیگر صوبوں سے چند ایسے مسلمانوں کا انتخاب کیا ہے کہ جن کے نام تو اسلامی ہیں مگر نہ تو انہیں اسلامی تعلیمات کی ہَوا لگی ہے اور نہ ہی اُنہیں اسلام کے بنیادی عقائد کا کوئی علم ہے۔چند پیسوں کے لالچ میں آکر یہ نام نہاد مسلمان اندریش کمار کے شاطرانہ جال میں پھنس گئے جنہیں لے کر اس نے ''راشٹریہ مسلم منچ'' کے نام سے ایک تنظیم تشکیل دی جس کے بینر تلے وہ جگہ جگہ پروگرام اور جلسے کر کے کبھی رام مندر تعمیر کرنے کی حمایت میں اُن سے بیان دلواتا ہے تو کبھی گائے کو گئو ماتا کا درجہ دیئے جانے کی مانگ کرواتا ہے۔زمینی حقیقت تو یہ ہے کہ اُس کے ساتھ اس طرح کے چند ہی نام نہاد ایسے مسلمان ہیں کہ جنہوں نے اپنے جنم سے اب تک نہ تو کبھی مدرسہ کی صورت دیکھی اور نہ مسجد کی۔نہ انہوں نے مسلمانوں جیسا کبھی لباس اختیار کیا اور نہ اسلامی وضع قطع مگر جب اندریش کمار کوئی پروگرام کرتا ہے تو خاص بات یہ ہے کہ یہی نام نہاد مسلمان اُس پروگرام میں اہتمام کے ساتھ ٹوپیاں لگا کر شرکت کرتے ہیں۔حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع پر مشتمل کوئی پروگرام ہو اُسے ہندوستانی زعفرانی میڈیا کبھی کوریج نہیں دیتا لیکن سو دو سو افراد پر مشتمل اِن لوگوں کا کتنے ہی دور دراز خطے میں کوئی پروگرام کیوں نہ ہو یہی میڈیا اُسے ایسی کوریج دیتا ہے کہ مانو کئی لاکھ کا مجمع رہا ہو۔لکھنؤ کے رہنے والے اعظم خاں نامی اندریش کمار کے ایک غلام کا چھوٹا سا بیان یہ میڈیا اس طرح شائع کرتا ہے کہ مانو کسی عالمی سطح کے لیڈر کا بیان ہو۔

اس طرح کی حرکتیں کر کے یہ تنظیمیں یہ دکھانا چاہتی ہیں کہ خود اسلام کے ماننے والے ہی اسلام کے عادلانہ قانون سے بیزار ہیں۔لیکن شاید انہیں یہ نہیں معلوم کہ اسلام وہ مذہب ہے کہ جس کی بنیاد نہایت ہی مضبوط اُصول وقوانین پر رکھی گئی ہے۔اسلام کے یہ قوانین دیو مالائی فرضی قصے اور کہانی پر مشتمل نہیں اور نہ ہی کسی انسان کے بنائے ہوئے ہیں بلکہ یہ ربّانی قوانین ہیں جنہیں کبھی بھی از کار رفتہ نہیں بنایا جا سکتا ہے۔انسانی قوانین کو تو انسان بدل سکتے ہیں لیکن ربّانی قوانین کو بدلنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔پھر مذہب اسلام تو اللہ رب العزت کا پسندیدہ مذہب ہے جس کی حفاظت و پاسبانی اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی ہے۔شاید ان تعصب پسند ہندو تنظیموں کو اسلام کے اس مزاج اور اس فطرت کا علم نہیں کہ ؎

جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی یہ ابھرے گا
اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

اسلام تو وہ مقدس اور ربّانی مذہب ہے کہ جتنی اس کی نشر و اشاعت پر پابندی لگانے کی کوشش ہوگی اتنا ہی اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا۔اسلام کبھی بھی کمزور نہیں ہو سکتا۔یہ بات دیگر ہے کہ مسلمان اپنے اعمال اور اپنے اخلاق و کردار میں فساد و بگاڑ پیدا کر دینے کی وجہ سے ضرور کمزور ہو سکتے ہیں۔کوئی یہ خیال کرے کہ ہم اپنی ناپاک کوششوں سے مذہب اسلام کی بنیادوں کو متزلزل کر دیں گے تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔یورپ میں اسلام دشمن طاقتوں نے پانی کی طرح مال و زر خرچ کیا ،نہ جانے کتنے منصوبے تیار کیے،

نہ جانے کس قدر عسکری طاقت کا استعمال کیا کہ کسی طرح اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ کو روک دیا جائے مگر صدیوں سے جاری اُن کی یہ کوششیں آج تک کامیاب نہ ہوسکیں۔تو ہندوستان جیسے ملک میں ان چند تنظیموں کے یہ ناپاک ارادے کیسے پورے ہوسکتے ہیں۔

دلتوں کا قبول اسلام: ہندوستانی سیاست میں اِدھر چند سالوں کے اندر مسلمانوں کے غیر دانشمندانہ اقدام سے زعفرانی ذہنیت رکھنے والے افراد کو جو طاقت وقوت حاصل ہوئی اُس سے ہندوستانی سیاست کا دھارا بہت تیزی سے تبدیل ہوا۔ہندوستانی اقتدار پر قبضہ کرنے کا ان تعصب پسند تنظیموں کا دیرینہ خواب پورا ہوا۔ایک صدی سے زیادہ عرصہ ہوا کہ ان کا یہ خواب تھا کہ کس طرح ہندوستانی اقتدار پر قبضہ کیا جائے۔نریندر مودی کے برسرِ اقتدار آتے ہی اُنہیں اپنا خواب پورا ہوتا نظر آیا۔اتر پردیش میں مسٹر یوگی آدتیہ ناتھ کے برسرِ اقتدار ہوتے ہی یہ حضرات جامے سے باہر آ گئے۔ان تعصب پسند ہندو تنظیموں کی اِن حرکتوں کو دیکھ کر دانشوروں نے بہت پہلے ہی یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ لوگ ہندوستانی ڈھانچہ کو متزلزل کرنے کی راہ پر لئے جارہے ہیں۔تعصب وعناد پر مشتمل اِن کی یہ سیاست ہندوستان میں توڑ پھوڑ کا ماحول پیدا کر دے گی۔ انگریزوں کی پالیسی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' پر عمل کرتے ہوئے یہ تنظیمیں جس طرح کی سیاست کر رہی ہیں وہ ملک کی سالمیت کے لیے ایک عظیم خطرہ ہے۔ہندوستان میں رہنے والے مختلف مذہبوں اور مختلف تہذیبوں کے ماننے والوں کے درمیان تعصب پیدا کر کے یہ ملک کو توڑنے کا کام کر رہی ہیں۔

ان تنظیموں کی اس غلط پالیسی کے اثرات اب آہستہ آہستہ سامنے آنے لگے جس کا واضح ثبوت ابھی مغربی اتر پردیش کے اضلاع خاص طور پر سہارنپور وغیرہ میں دیکھنے کو ملا جہاں اعلیٰ ذات سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں کا دلتوں کے ساتھ خون ریز تصادم ہوا۔ہندوستانی مسلمانوں کی صبر وضبط پر مشتمل بے چارگی،ان پر توڑے جانے والے ظلم وستم کے پہاڑ اور اُن کی مظلومانہ بددعاؤں کے اثرات اب دکھائی دیئے جانے لگے۔جو تعصب،عناد اور دشمنی کا ماحول اِن ہندو تنظیموں نے مسلمانوں کے خلاف تیار کیا تھا وہ اب انہیں کے خلاف ہوتا جارہا ہے۔مسلمان اگر صبر سے کام لے اور براہ راست تصادم کی راہ اختیار نہ کرے تو وہ دن دور نہیں کہ جب اسی ہندو مذہب سے وابستہ افراد اور پولس کے نوجوان خود ہی ان تعصب پسند زعفرانی ذہنیت رکھنے والوں کو عبرت ناک سزا دینے کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔سہارنپور میں دلتوں کے اوپر جو ظلم وستم ہوا اُس سے متاثر ہو کر ''امبیڈکر آرمی'' کے افراد نے جنتر منتر پر ایک عظیم احتجاجی پروگرام تشکیل دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ ہم اسلام قبول کر لیں گے۔اُن کے اس اعلان نے اِن متعصب ہندوؤں کو حواس باختہ کر دیا۔اس کے ساتھ ہی مرادآباد اور مغربی یوپی سے تعلق رکھنے والے سیکڑوں دلتوں نے یہ اعلان کر دیا کہ اگر اعلیٰ ذات سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں کا ہمارے ساتھ یہی ظالمانہ سلوک رہا تو ہم بھی بہت جلد اسلام قبول کر لیں گے۔حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اتنا بڑا سانحہ اور اتنا بڑا یہ اعلان واحتجاجی پروگرام ہوا مگر ہندوستان کا زرخرید زعفرانی میڈیا بالکل خاموش رہا۔دہلی کے جنتر منتر پر اتنا زبردست احتجاجی پروگرام مگر ہندوستانی میڈیا کا کہیں نام ونشان تک نہیں۔آخر کار عالمی میڈیا کو وہاں یہ سوال کرنا ہی پڑا کہ وہ ہندوستانی میڈیا کہ جو اسلام اور مسلمانوں سے متعلق چھوٹے سے چھوٹے اور معمولی سے معمولی واقعہ کو عالمی جنگ کی صورت میں پیش کرتا ہے آج وہ دکھائی کیوں

نہیں دے رہا ہے؟ دلتوں پر ہونے والے ظلم وستم کو یہ میڈیا کوریج کیوں نہیں دے رہا ہے؟ دلتوں کے ساتھ ہوئی مار پیٹ ،دلت خواتین کی برسرِ عام تار تار کی گئی عزت وآبرو کے واقعات اس میڈیا کو آخر کار دکھائی کیوں نہیں دے رہے ہیں؟ جس طرح کل ان ہندو تنظیموں نے مغربی اتر پردیش میں مسلمانوں کے ساتھ مارکاٹ کی اُسی طرح آج اعلیٰ ذات سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں نے ان دلتوں کے ساتھ مارکاٹ اور لوٹ پاٹ کا کارنامہ انجام دیا۔مگر حکومت خاموش ہے۔یوپی کے گورنر کل تک سماجوادی حکومت پر لا قانونیت کا الزام لگاتے تھے لیکن آج وہ بھی کچھ بولنے کو تیار نہیں؟

آخر کار ہوا وہی جس کا خدشہ تھا۔یہ بھاجپائی حکومت اور اِن کے دُم چھلّے ہندوستان کو تباہی کی طرف لئے جارہے ہیں۔ہندوستانی عوام کو اختلاف وانتشار اور تعصب وعناد پر مشتمل طلسم میں اس طرح اِنہوں نے الجھا دیا کہ اس وقت عوام ہندوستان کی تعمیر وترقی پر مشتمل حکومتی پالیسی کی طرف توجہ ہی نہیں دے رہی۔وہ حکومت سے یہ پوچھنے کو تیار ہی نہیں کہ ہم لوگوں کی معاشی ،سماجی اور تعلیمی تعمیر وترقی کے سلسلہ میں حکومت کیا پالیسی بنا رہی ہے؟ ہمارے عروج وارتقاء کے میدان میں حکومت کی پیش ورفت کیا ہے؟ عالمی سطح پر ہمارے ملک کے عروج وارتقاء کا گراف کیا ہے؟ ہماری عسکری طاقت کی سطح کس درجہ بلند ہے؟ ملک کی سالمیت کے تعلق سے ہم کس حد تک مطمئن رہیں؟ رشوت خوری اور بدعنوانی کو روکنے کے لیے کیا اقدامات کئے گئے؟ قانون کی بالادستی قائم کرنے کے لیے کیا لائحۂ عمل تیار کیا گیا؟

ظاہر سی بات ہے کہ اس حکومت نے اس سلسلہ میں کوئی بھی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا اس لئے اس حکومت کو انہیں سوالات سے بچنا تھا۔اسی لئے اس حکومت نے ہندوستانی عوام کو مذہبی ،لسانی،علاقائی،ثقافتی اور برادری تفریق ودشمنی کے جال میں اس طرح پھنسا دیا کہ وہ اس سے باہر نکلنے کی پوزیشن ہی میں نہ رہی۔ ان کی پالیسی یہ ہے کہ ہندوستانی عوام آپس میں الجھی رہے اور ہم اقتدار کے مزے لوٹتے رہیں اور ہمارا کوئی محاسبہ نہ کرے۔

ایک خوشگوار پہلو: یہ حقیقت ہے کہ اِدھر چند سالوں سے جو ہندوستانی سیاست میں تبدیلیاں رونما ہوئیں وہ ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لئے انتہائی مایوس کن اور ہمارے لئے کافی خطرناک اور ہولناک ہیں۔ہندوستانی مسلمان ان چند سالوں میں سرزمین ہند پر جتنا پریشان ومضطرب اور دہشت زدہ رہا اتنا کبھی نہ رہا۔مگر اس مایوس کن ماحول میں بھی مغربی اتر پردیش کے اضلاع میں اعلیٰ ذات اور نچلی ذات کے مابین ہونے والے اس خونریز تصادم اور اس کی کوکھ سے جنم لی جانے والی دلت ہندوؤں کی برسرِ اقتدار بھاجپائی حکومت کے خلاف تحریک کی صورت میں ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک خوشگوار اور پُر مسرت امید کی کرن نمودار ہوئی ہے۔ہم ہندوستانی مسلمانوں کا اس وقت لائحۂ عمل یہ ہونا چاہیئے کہ ہم براہِ راست ان تعصب پسند ہندوؤں کے ساتھ متصادم نہ ہوں بلکہ دلت ہندوؤں کی دلجوئی کریں،ان سے تعلقات استوار کریں کیونکہ ہندوستان کی سالمیت کے لیے آج یہ ضروری ہے کہ ہندوستانی مسلمان دلتوں کو ساتھ لے کر اس تعصب پرست ذہنیت کے خلاف تحریک چلائیں۔ہندوستان میں امن وامان قائم کریں۔ہندوستان کو ظلم وزیادتی اور تعصب وعناد کے ماحول سے نکال کر امن وآشتی کے لالہ زار میں لے جائیں۔اسی میں ہندوستان کا بھی بھلا ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کا بھی نیز ہندوستان کے دلتوں کا بھی۔ہمیں ''کعبہ کی پاسبانی کے لئے''اِنہیں دلتوں کے ''صنم خانہ'' سے ''پاسبان'' تلاش کرنے کی پالیسی اختیار کرنا چاہیئے۔

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرار الحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: - اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں ۳؎ یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور اُن ۴؎ کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو، قید لاتے ۵؎ نہ پانی گراتے ۶؎ تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو اُن کے بندھے ہوئے مہر اُنہیں دو اور قرارداد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے تو اُس میں گناہ نہیں ۷؎ بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے اور تم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو اُن سے نکاح کرے جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں ایمان والی کنیزیں ۸؎۔ (سورۂ نساء پارہ ۵ رکوع ۱- آیت ۲۳ تا ۲۵)

تفسیر: ۳؎ گرفتار ہو کر بغیر اپنے شوہروں کے۔ وہ تمہارے لئے بعد استبراء حلال ہیں۔ اگرچہ دار الحرب میں اُن کے شوہر موجود ہوں۔ کیونکہ تباین دارین کی وجہ سے اُن کی شوہروں سے فرقت ہو چکی۔ **شان نزول** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے ایک روز بہت سی قیدی پائیں جن کے شوہر دار الحرب میں موجود تھے تو ہم نے اُن سے قربت میں تأمل کیا اور سید عالم ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی ۴؎ محرمات مذکورہ۔ ۵؎ نکاح سے یا ملک یمین سے۔ اس آیت سے کئی مسئلے ثابت ہوئے **مسئلہ** نکاح میں مہر ضروری ہے **مسئلہ** اگر مہر معین نہ کیا ہو جب بھی واجب ہوتا ہے۔ **مسئلہ** مہر مال ہی ہوتا ہے نہ کہ خدمت و تعلیم وغیرہ جو چیزیں مال نہیں ہیں **مسئلہ** اتنا قلیل مال جس کو مال نہ کہا جائے مہر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ حضرت جابر اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مہر کی ادنیٰ مقدار دس درہم ہے۔ اس سے کم نہیں ہو سکتا۔ ۶؎ اس سے حرام کاری مراد ہے اور اس تعبیر میں تنبیہ ہے کہ زانی محض شہوت رانی کرتا اور مستی نکالتا ہے اور اُس کا فعل غرض صحیح اور مقصد حسن سے خالی ہوتا ہے۔ نہ اولاد حاصل کرنا نہ نسل و نسب محفوظ رکھنا، نہ اپنے نفس کو حرام سے بچانا ان میں سے کوئی بات اس کو مدِ نظر نہیں ہوتی۔ وہ اپنے نطفہ و مال کو ضائع کر کے دنیا کے خسارے میں گرفتار ہوتا ہے ۷؎ خواہ عورت مہر مقرر شدہ سے کم کر دے یا بالکل بخش دے یا مرد مقدار مہر کی اور زیادہ کر دے ۸؎ یعنی مسلمانوں کی ایماندار کنیزیں۔ کیونکہ نکاح اپنی کنیز سے نہیں ہوتا۔ وہ بغیر نکاح ہی مولیٰ کے لئے حلال ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جو شخص حرۂ مومنہ سے نکاح کی مقدرت و وسعت نہ رکھتا ہو وہ ایماندار کنیز سے نکاح کرے یہ بات عار کی نہیں ہے۔ **مسئلہ** جو شخص حرہ سے نکاح کی وسعت رکھتا ہو اس کو بھی مسلمان باندی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ اس آیت میں تو نہیں ہے مگر اوپر کی آیت ''واحل لکم ما وراء ذٰلکم'' سے ثابت ہے۔ **مسئلہ** ایسے ہی کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے اور مومنہ کے ساتھ افضل و مستحب ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوا۔

☆

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں** مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر ،سوداگران بریلی شریف

غیر مسلموں کے مذہبی پروگراموں میں شرکت کا حکم

آج ہندوستان کی اسلام دشمن طاقتوں کا منصوبہ یہ ہے کہ وہ ملک دوستی، ملک سے وفاداری اور گنگا جمنی تہذیب نیز امن وآشتی اور بھائی چارگی کے خوشنما جال کی آڑ میں مسلمانوں کو اُن کے بنیادی عقائد سے دور ونفور کرتے ہوئے اُنہیں گمراہ وملحد بنادیں۔اس کے لئے وہ یہ حربہ اپناتے ہیں کہ بھائی چارگی کے نام پر ہمیں اپنے مذہبی پروگراموں میں ایک دوسرے کے ساتھ شرکت کرنی چاہیئے حالانکہ یہ اُن کا گمراہ کن حربہ ہے کیونکہ امن وآشتی اور بھائی چارگی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم اپنے مذہبی عقائد ونظریات اور اسلامی اُصول وضوابط کی خلاف ورزی کریں ہاں مذہبی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے اتنا ہی تال میل کیا جا سکتا ہے جس کی شریعت ہمیں اجازت دیتی ہے۔اس سلسلہ میں میرے جدامجد سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث پاک نقل فرمائی کہ:قال رسول اللہ ﷺ من کثر سوادقوم فھو منھم ومن رضی عمل قوم کان شریك من عمل به ۔یعنی رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا جوکسی قوم کا جتھا بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے اور کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے وہ اس کام کرنے والوں کا شریک ہے۔

(فتاویٰ رضویہ حصہ دہم جلد۹۹)

اس حدیث پاک کی روشنی میں کفار کے مذہبی میلوں میں شرکت کے کچھ مسائل بیان کرتے ہوئے سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ''ان کا میلہ دیکھنے کے لئے جانا مطلقاً ناجائز ہے اگر اُن کا مذہبی میلہ ہے جس میں وہ اپنا کفر وشرک کریں گے، کفر کی آوازوں سے چلائیں گے جب تو ظاہر ہے اور یہ صورت سخت حرام من جملۂ کبائر ہے پھر بھی کفر نہیں، اگر کفری باتوں سے نافر (نفرت کرنے والا) ہے۔ہاں معاذ اللہ! ان میں سے کسی بات کو پسند کرے یا ہلکا تو آپ ہی کافر ہے۔اس صورت میں عورت نکاح سے نکل جائے گی اور یہ اسلام سے۔ورنہ (اُن کے کفریات سے نفرت کرتے ہوئے شرکت کرے تو) فاسق ہے اور فسق سے نکاح نہیں جاتا۔پھر بھی وعید شدید ہے اور کفریات کو تماشا بنانا ضلال بعید اور اگر مذہبی میلا نہیں، لہو ولعب کا ہے جب بھی ناممکن کہ منکرات قبائح سے خالی ہو، اور منکرات کا تماشا بنانا جائز نہیں۔شعبدہ باز بھان متی بازی گر کے افعال حرام ہیں اور اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے کہ حرام کو تماشا بنانا حرام ہے، خصوصاً اگر کافروں کی کسی شیطانی خرافات کو اچھا جانا تو آفت اشد ہے اور اس وقت تجدید اسلام وتجدید نکاح کا حکم کیا جائے گا اور اگر تجارت کے لئے جائے تو اگر میلہ اُن کے کفر وشرک کا ہے جانا ناجائز وممنوع ہے کہ اب وہ جگہ اُن کا معبد (عبادت خانہ) ہے اور معبدِ کفار میں جانا گناہ اور اگر لہو ولعب کا ہے اور خود اُس سے بچے، نہ اُس میں شریک ہو، نہ اُسے دیکھے نہ وہ چیزیں بیچے جو اُن کے لہو ولعب میں ممنوع کی ہوں تو جائز ہے پھر بھی مناسب نہیں کہ اُن کا مجمع ہر وقت محل لعنت ہے تو اس سے دوری ہی میں خیر وسلامت ہے۔لہٰذا علماء نے فرمایا کہ اُن کے محلے میں ہو کر نکلے تو جلد لمکتا جائے۔اور اگر خود شریک ہو یا تماشہ دیکھے یا اُن کے لہو ولعب ممنوع کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ وناجائز ہے (فتاویٰ رضویہ حصہ دہم صفحہ ۱۰۰)''

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج، تحقیق: - حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

مرتکب کبیرہ کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ

(۱) مسلمان میت ہے اور زید کہتا ہے کہ یہ اپنی زندگی میں بھی نماز نہیں پڑھا ہے اس لیے اس کی جنازہ کی نماز نہیں ہوگی (۲) اگر جنازہ کی نماز ہوگی تو شرط ہے اور اس شرط کو پورا کیا جائے۔ بکر نے کہا وہ کون سی شرط ہے تو زید نے کہا کہ اس میت کو سات کوڑے لگائے جائیں اور چالیس قدم الٹا زمین پر گھسیٹا جائے تب شرط پوری ہوگی اور تب اس کے جنازہ کی نماز جائز ہوگی۔ (۳) زید کہتا ہے کہ سب داڑھی منڈے جہنمی ہیں اور بکر کا کہنا ہے کہ جہنمی نہی ہیں اور گناہ اور فسق اور بار بار گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے اس گناہ سے توبہ کرنا چاہیئے۔ (۴) زید قصداً تارک جماعت ہے اور وہ نماز جماعت پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ کیونکہ بکر کا کہنا ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جماعت نہ ہوگی کہ زید واجب کا تارک ہے اور قصداً واجب کا ترک کرنا گناہ ہے اور بغیر توبہ کیے معاف نہیں ہوگا۔

سائل: شکیل احمد، رہپورہ ڈاکخانہ رچھاروڈ ضلع بریلی شریف

الجواب (۱): - صحیح یہ ہے کہ ترک نماز سخت کبیرہ، اشد کفران نعمت ہے مگر کفر وارتداد نہیں جبکہ انکار فرضیت یا استخفاف واہانت نہ کرے اور ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے کہ اگر سب چھوڑیں گے تو سب گنہگار رہیں گے۔ نماز پنج گانہ اس پر فرض تھی۔ اس نے چھوڑی۔ نماز جنازہ ہم پر فرض ہے ہم کیوں چھوڑیں؟ اس نے وہ فرض چھوڑا جو خالص حق اللہ عزوجل کا تھا۔ ہم وہ فرض کیوں چھوڑیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق اور اس کے محتاج باشد الاحتیاج کا بھی حق العبد۔ یہ محض نادانی اور جہالت ہے خود اپنی بھی بدخواہی ہے۔ علمائے کرام نے فرضیت نماز جنازہ سے چند شخصوں کا استثنا فرمایا:- باغی، ۲:- اور آپس کے بلوائی کہ فریقین بطور جاہلیت لڑیں، ۳:- اور انکے تماشائی، ۴:- اور ڈاکو اور وہ کہ ۵؛- جو لوگوں کا گلا دبا کر مار ڈالتا ہو، ۶:- اور وہ جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی ان لوگوں میں سے نہیں تو اس کی نماز جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں الصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلم یموت برا کان اوفاجراً و ان ھو عمل الکبائر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید نے جو شرط لگائی وہ غلط و باطل ہے کہ میت کو اذیت پہنچانا جائز نہیں یہاں تک کہ میت کے کنگھی کرنے سے منع فرمایا گیا کہ اسے تکلیف ہوگی۔ پھر سزا دینا تو حاکم شرع کا کام ہے۔ ہر کس و ناکس کو اس کا اختیار نہیں اور موت کے بعد تو سزا دینے کا کوئی معنی ہی نہیں۔ سزا تو درکنار برا کہنے سے بھی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) داڑھی منڈانے والا یا حد شرع سے کم کرانے والا گنہگار مستحق نار ہے لیکن بعد توبہ صحیحہ وہ بری بھی ہوسکتا ہے۔

(۴) بے عذر تارک جماعت سخت گنہگار فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور اس فسق سے باز رہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ ریاض احمد سیوانی غفرلہ

دارالافتاء منظر اسلام، سوداگران بریلی شریف

۱۴ر محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

شوال کے چھ روزے احادیث کی روشنی میں

از:-حضرت علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ
پیش کش:-مولانا محمد قمر رضا منظری، خطیب وامام سنی رضوی عیدگاہ پورٹ لوئس ماریشس

ایک عالمی مبلغ کو جن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے وہ تمام خصوصیات حضرت علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھیں۔آپ نے مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں اپنا تعلیمی سفر مکمل کیا خیر سے آپ کو سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بے مثال شہزادوں کی علمی وروحانی سرپرستی حاصل رہی۔آپ نے سرکار حجۃ الاسلام سے بھی اکتساب فیض کیا اور سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی علمی وروحانی فیضان سے مالا مال ہوئے۔عالمی سطح پر آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کے جو زریں کارنامے انجام دیئے وہ رہتی دنیا تک کبھی بھی فراموش نہیں کیے جا سکتے۔جہاں آپ ایک باصلاحیت عالم،نکتہ رس مفتی، بلند نظر مفکر، دور اندیش مبلغ، اثر انگیز مقرر وخطیب اور شاعر تھے وہیں آپ ایک منجھے ہوئے کہنہ مشق مصنف، قلمکار اور مضمون نگار بھی تھے۔آپ کے مضامین ہند و پاک کے بہت سے رسائل میں شائع ہوتے تھے۔۶۰ر اور ۷۰ر کی دہائی میں راولپنڈی پاکستان سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''سالک''میں مستقل ''معارف الحدیث'' کے کالم نگار کی حیثیت سے متعدد عناوین پر برابر مضامین تحریر فرماتے رہے۔پیش نظر مضمون ''مقام صدیق عتیق'' کے عنوان پر ایک قیمتی تحریر ہے جسے ماہنامہ سالک، ماہ اپریل ۱۹۵۹ء صفحہ نمبر از ۲۹ تا ۳۰ سے لیا گیا ہے۔(محمد سلیم بریلوی)

شوال کے چھ روزے اللہ کی نعمت

معطیٔ لیل ونہار، مالک ایام روزگار کی نعمت بے شمار پر شکر پہ شکر کیجئے، جبیں پہ جبیں خم کیجئے۔مگر اس نعمت کا شکر کیا ادا ہوسکتا ہے جس کی ممنون انسانی زندگی کی ہر ہر ساعت ہے۔ابھی کل کی بات ہے۔رمضان آیا اور بڑی دھوم سے آیا۔رحمت، جنت، بخشش کے دروازے کھلے، لوٹنے والوں نے سب کچھ لوٹا۔لینے والوں نے سب کچھ لیا۔مگر رحمت کردگار ہے کہ اب بھی بس نہیں کرتی۔انعام پہ انعام، بخشش پہ بخشش کئے جارہی ہے۔عید کا چاند نظر آیا اور اپنی زبان حال سے یوں کہنے لگا:''اے مجھے مسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے والو! دیکھو! میں تمہارے لئے مسرت وشادمانی کا پیغام لا رہا ہوں۔

سنو! عرب کے چاند نے فرمایا:

من صام رمضان ثم ابتعد بست من شوال فذ لک صیام الدھر.

ترجمہ: جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو اس نے پورے سال کا روزہ رکھا۔

اللہ اکبر! کیا رحمت کی فراوانی ہے اور **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** کی کیا اچھی نشانی ہے۔ایک پر دس نعمت ربانی ہے۔چنانچہ امام نسائی ''صیام الدہر'' کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

صیام شھر رمضان بعشرة الشھر وصیام ستة ایام بشھرین

فذلک صیام السنة.

یعنی ماہ رمضان کے روزے دس ماہ کے برابر اور شوال کے چھ روزے دو ماہ کے برابر گویا پورے سال کے روزے کا ثواب ملے گا۔

گنہگاروں کے لیے بشارت عظمیٰ

حدیث بالا کی لذت ابھی تازہ ہے۔ لیجئے مزید حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ابوایوب انصاری (جن کے گھر ابتداء ہجرت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رنجہ فرما کر اپنی مہمانی سے مشرف فرمایا تھا) روایت کرتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

من صام رمضان وابتعده سته من شوال خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه.

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گناہوں سے ایسا نکل آیا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

شوال کے ۶ روزے رکھنے کا طریقہ

اس مسئلہ کی تفصیل کہ شوال کے چھ روزے کب اور کس طرح رکھے جائیں۔ ملاحظہ ہو شروح اربعہ ترمذی شریف واختار ابن المبارک:

ان یکون ستةایام من اول الشهر

حضرت ابن مبارک نے پسند فرمایا ہے کہ یہ روزے ماہ شوال کے شروع میں رکھے جائیں۔

نیز ملاحظہ ہو:

وقد روی عن ابن المبارک ان صام ستة ایام من شوال متفرقاً فهو جائز.

یعنی شوال کے روزے متفرق رکھے جائیں تو جائز ہیں۔

اور اگر کوئی شخص مسلسل رکھے تو بھی جائز ہے۔

چنانچہ درالمختار زیر قول وندب تفریق صوم الست من شوال مرقوم ہے۔

ولا یکره التتابع علی المختار.

یعنی مسلسل چھ روزے مکروہ نہیں۔

نیز حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سراپا ہدایت ''بہار شریعت'' میں فرماتے ہیں:

بہتر یہ ہے کہ یہ روزے متفرق رکھے جائیں اور عید کے بعد لگاتار۔ یہ روزے چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لئے جائیں۔ جب بھی حرج نہیں۔

سیرت امام اعظم پر مشتمل حضرت ملک العلماء کے ترجمہ

جواہر البیان کی اشاعت جدید

از:-محمد سلیم بریلوی، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت

حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کی کامیاب و کامران قیادت و سرپرستی اور لائق تحسین اہتمام وانتظام میں اس وقت یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، اشاعت مذہب ومسلک اور تصنیف وتالیف کے میدان میں انتہائی برق رفتاری کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ تعلیمی نظام کی شفافیت کے ساتھ اکابرِ اہل سنت کی کتابوں کی اشاعت جدید میں بھی کامیاب پیش رفت کی جا چکی ہے۔ کئی اہم کتابوں کی اشاعت کے بعد اس سال حضور صاحب سجادہ کے حکم و ارشاد پر حضرت ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی مایۂ ناز کتاب ''جواہر البیان'' کو جدید طباعتی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کرایا گیا۔ مندرجہ ذیل سطور میں اس کتاب اور اس کی اشاعت جدید کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

امام الائمہ، سراج الامہ، کاشف الغمہ سیدنا سرکار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عظیم مجتہد مطلق، فقہ حدیث میں محدثین کا مرجع، معانی حدیث کا درس رکھنے والے، جلیل القدر تابعی، قرآن فہمی میں یکتائے روزگار، بے مثال اور حیرت انگیز ذہانت وفطانت، قوت حافظہ کے مالک، آثار وفتاویٰ کے اسرار و دقائق پر گہری اور دقیق نظر رکھنے والے، بے مثال تقویٰ و پرہیزگاری اور زہد وورع اختیار کرنے والے ایسی عبقری شخصیت کے مالک تھے کہ جن کی تعریف وتوصیف میں بڑے بڑے ائمۂ علم وفن نے قصیدے کہے ہیں۔ یہ آپ کا خلوص وللّٰہیت ہی ہے کہ ہزار مخالفتوں کے باوجود آپ کا لگایا ہوا فقہ و فتاویٰ کا حنفی چمنستان آج بھی اپنی بھرپور رعنائیوں کے ساتھ شگفتہ و شاداب ہے۔

آپ کی بے مثال اور عبقری شخصیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جلیل القدر ائمہ علم وفن نے آپ کے تذکرے، سوانح اور مناقب تحریر فرمائے ہیں۔ انہیں تذکرہ نگار حضرات میں ۱۰ ویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت ہیں علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اگرچہ شافعی المسلک تھے مگر اُنہیں حضرت امام اعظم سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی۔

الخیرات الحسان کا تعارف:- امام ابن حجر مکی جب مکہ شریف میں مقیم تھے اور اپنی جائے پیدائش مصر سے ترک سکونت کر چکے تھے تو اُسی زمانے میں ''قسطنطنیہ'' جسے آج ''استانبول'' کہا جاتا ہے اور جو اس وقت تُرکی کی راجدھانی ہے۔ وہاں کے ایک فاضل حضرت امام ابن حجر کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت امام ابن حجر سے سیدنا سرکار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب اور حالات زندگی پر مشتمل ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ آپ نے اُن کی فرمائش کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک کتاب

تصنیف فرمادی۔ وہ تو اُس کتاب کا نسخہ لے کر قسطنطنیہ واپس تشریف لے گئے اور آپ کے پاس اُس کا مسودہ ہی باقی بچا جسے ایک حنفی عالم دین اُدھار مانگ کر لے گئے ۔اُنہوں نے اُسے واپس کرنے کی زحمت گوارانہ فرمائی جس کی وجہ سے آپ کے پاس نہ اصل مسودہ باقی رہا اور نہ ہی کوئی منقولہ نسخہ۔ چونکہ آپ کو حضرت امام اعظم سے بے پناہ قلبی لگاؤ تھا اور آپ کی یہ خواہش تھی کہ حضرت امام کی حیات و خدمات پر مشتمل کوئی ایسی کتاب وہ لکھیں کہ جس کے ذریعہ حضرت امام کے مخالفین نے آپ پر جو اعتراضات کئے ہیں اور جو الزامات لگائے ہیں اُن سب کا جواب بھی ہو، محاسبہ بھی ہو، غیر جانبدارانہ جائزہ بھی ہو اور الزامات کا دفعیہ بھی۔ اُن کی پہلی تصنیف تو گُم ہو ہی چکی تھی اس لئے دوبارہ کمر بستہ ہوئے ،فضائل و مناقب پر مشتمل کتابوں کی ورق گردانی شروع کی اسی درمیان انہیں اپنے دوست علامہ شیخ محمد شامی دمشقی مصری کی ایک کتاب ہاتھ لگی تو آپ نے اسی کی زمین پر اسی کی تلخیص و تنقیح کرتے ہوئے کچھ دیگر مضامین کا اضافہ کر کے ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام اُنہوں نے ''الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان ''رکھا۔ جس میں خطبے کے بعد تین مقدمے، چالیس فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔ اس کتاب کو تصنیف کرنے کی وجوہات اور اس کے تعارف پر روشنی ڈالتے ہوئے امام ابن حجر مکی ہیتمی تحریر فرماتے ہیں کہ:

> بحمد اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ، مختصر اور شریف نمونہ تیار ہوئی، تو اس کا ایک نسخہ لکھا اور اس کو (وہ شخص) اپنے شہر میں لے گئے جو اسلامی شہروں میں بڑا شہر اور علمائے اعلام کی سواریاں بیٹھنے کی جگہ، "منبع الافاضل" اور "مفزع اماثل" ہے۔ پھر اور لوگوں نے ان کے بعد اس رسالہ کو لکھا اور ان کے نقش قدم اور بزرگی کی پیروی کی اور مختلف شہروں میں متفرق ہو گئے اور میرے پاس کوئی نسخہ باقی نہ رہا۔ سوائے اصل مسودہ کے ۔ اور اللہ ہی مستعان ہے۔ پھر اس کو عاریت (اُدھار) لیا بعض حنفیہ نے تا کہ نقل کر کے واپس دے دیں۔ مگر اس کو لے کر سفر میں چلے گئے اور اس کے گم ہو جانے میں جو بھاری گناہ ہے اس کا خیال نہ کیا۔ جس سے مجھے بہت افسوس ہوا اور دوبارہ میں نے ان ائمہ کی کتابوں کو دیکھا جنہوں نے مناقب لکھے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے ایک کتاب کو جامع دیکھا جس کے مصنف ہمارے دوست شیخ علامہ نیک بخت، فہامہ ثقہ، مطلع، حافظ، '' شیخ محمد شامی دمشقی مصری'' ہیں۔ پس خلاصہ کیا میں نے اس کے مقاصد کا اور تنقیح کی میں نے اس کے مصادر و موارد کی۔ اس کتاب عجیب، جامع، مستحکم، مضبوط میں، اور میں نے اس کا نام ''' **الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان** ''رکھا۔

(رحمت ہواللہ تعالیٰ کی ان پر) اوراس کو میں نے ترتیب دیا ''تین مقدموں'' اور ''چالیس فصلوں'' پر۔

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جو متعدد بار چھپ چکی ہے۔ ہمارے سامنے اس کا جونسخہ ہے وہ مطبع خیریہ مصر کا ہے جو ۱۳۰۴ھ میں چھپا ہے۔

جواھر البیان کا تعارف:- سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سرکار امام اعظم سے بہت عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ ''فتاویٰ رضویہ'' کے مختلف صفحات، ''اجلی الاعلام'' اور ''الفضل الموھبی'' جیسے رسائل اس بات کی پکّی سند ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے سرکار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کس والہانہ انداز میں فرمایا ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفاء اور تلامذہ میں سے ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان کو کیسا مقام حاصل تھا۔ وہ بیان کا محتاج نہیں۔ آئندہ صفحات پر حضرت ملک العلماء کے تذکرے میں اُس کا ثبوت آپ کو بخوبی مل جائے گا۔ چونکہ حضرت ملک العلماء کی شخصیت سازی میں اعلیٰ حضرت جیسے محبّ امام اعظم کا ایک اہم کردار ہے اور آپ کی علمی شخصیت پر اعلیٰ حضرت کی مکمل چھاپ ہے۔ اس وجہ سے حضرت ملک العلماء کو بھی سرکار امام اعظم سے ویسی ہی عقیدت ومحبت تھی جس طرح اُن کے پیر ومرشد، مربی ومحسن اور شیخ امام احمد رضا میں تھی۔ ابتدائی عمر ہی سے آپ کے دل میں یہ خواہش تھی کہ سرکار امام اعظم کی سوانح پر کوئی کتاب تصنیف کریں مگر کثرت کار کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ ایک مرتبہ حضرت ملک العلماء کے دوست اور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ الحاج منشی محمد لعل خاں قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمہ نے ''الخیرات الحسان'' کے ترجمہ کی خواہش ظاہر فرمائی تو آپ کو بارگاہِ امام اعظم میں اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا خراج پیش کرنے کے لیے یہ موقع غنیمت لگا لہٰذا فوراً ہی اس کے لیے کمر بستہ ہو گئے اور چند ہی دنوں میں اس کا ترجمہ کر کے اُس کا نام "جواھر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان" رکھا۔

اس ترجمہ کرنے کی وجہ حضرت ملک العلماء نے بذات خود یوں بیان فرمائی ہے کہ:

'' آخر میرے محترم دوست حامی دین متین، ماحی شرِ مبتدعین، مخلصی، حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب قادری برکاتی رضوی۔ کثر اللہ فینا امثالہ۔ نے کتاب مستطاب (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان) مصنفہ علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی (متوفی سن ۹۷۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کرنے کے متعلق اشارہ فرمایا۔ امام صاحب قدس سرہ العزیز کی سوانح لکھنے کا تو میں عرصہ سے خواہشمند ہی تھا۔ یہ اچھا موقعہ ہاتھ لگا۔ ع

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

یہ ترجمہ جو آپ کے پیش نظر ہے چند دنوں میں مرتب کیا اور '' جواھر البیان

فی ترجمۃ الخیرات الحسان ''اس کا نام رکھا۔''(عرض مترجم)

سن ترجمہ: حضرت ملک العلماء نے یہ ترجمہ غالباً ۱۳۳۳ھ یا ۱۳۳۴ھ میں طباعت کے لیے مکمل کیا تھا۔جیسا کہ ڈاکٹر جابر شمس مصباحی نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''ملک العلماء نے الخیرات الحسان کا اردو ترجمہ جواھر البیان کے نام سے کیا تھا۔۱۳۳۳ھ یا ۱۳۳۴ھ کو جب یہ ترجمہ طباعت کے لیے تیار ہوا الخ (جہان ملک العلماء صفحہ ۱۱۰)''

یہ وہ زمانہ تھا کہ جب آپ بریلی شریف چھوڑ چکے تھے اور اس وقت مدرسہ شمس الھدیٰ پٹنہ میں درس وتدریس کی خدمات انجام دے رہے تھے۔

سن طباعت: مذکورہ بالا بیان سے یہ بات تو معلوم ہو ہی گئی کہ جواہر البیان نامی یہ ترجمہ ۱۳۳۳ھ یا ۱۳۳۴ھ میں طباعت کے لیے تیار ہو گیا تھا۔جس کا پہلا ایڈیشن حضرت مولانا الحاج لعل محمد خان مدراسی کلکتہ نے اپنے مطبع اہل سنت و جماعت ،زکریا اسٹریٹ کلکتہ سے مذکورہ سن ہی میں شائع کیا۔اس کا دوسرا ایڈیشن بھی غالباً انہوں نے ہی شائع کیا۔تیسرا ایڈیشن مکتبہ رضویہ نوریہ گلبرگہ لائل پور نے شائع کیا۔اسی طباعت کا عکس لے کر مکتبہ ایشیق استانبول ترکی کے بانی حضرت شیخ حسین حلمی بن سعید نے ۱۹۷۶ء میں اسے چوتھی بار شائع کیا۔

(جہان ملک العلماء صفحہ ۱۷۵،مضمون: پروفیسر مختار الدین اور صفحہ ۴۸۳ مضمون: ڈاکٹر غلام جابر شمس)

ترجمہ کی زبان: یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ حضرت ملک العلماء نے یہ ترجمہ ۱۳۳۳ھ کے آس پاس کیا تھا۔سن عیسوی کے لحاظ سے یہ ۱۹۱۲ء/۱۹۱۳ء کا زمانہ ہے۔گویا کہ یہ ترجمہ آج سے تقریباً ایک سو چار برس پہلے کا ہے۔ماہر لسانیات کے مطابق تقریباً ۱۰/سال میں زبان کے اندر بہت واضح تبدیلیاں ہو جاتی ہیں ۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۱۲ء اور ۲۰۱۷ء کی زبان میں کتنا فرق ہوگا ؟اس فرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مولانا محمد قمر الحسن بستوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''جواہر البیان کی زبان اُن کے عصر کی زبان ہے اور قیاس یہ ہے کہ ۱۹۱۲ء کے آس پاس یہ ترجمہ معرض وجود میں آیا ہے۔اُردو میں خصوصی تبدیلی ترقی پسند تحریک کے بعد عمل میں آئی ورنہ اس سے قبل فارسی سے بہت متاثر رہی ہے۔اس وقت علمی اقدار آئینہ کی طرح چمکتے پڑ رہے ہیں۔اس وقت کسی بھی مصنف یا مترجم کا اپنے عصری اسلوب سے متاثر ہونا ناگزیر تھا۔چنانچہ جواہر البیان میں اسی وقت کی زبان،سبک ،محاورے اور تراکیب استعمال ہوئی ہیں جو فی زمانہ انتہائی شستہ،سہل ممتنع ،بامحاورہ،سلیس اور سادے ہونے کے باوجود انتہائی رواں ہے۔بلکہ اثنائے مطالعہ کبھی کبھار ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے بعض عبارتیں خود حضرت مترجم قدس سرہ کی

ہوں۔کیونکہ اسلوب بیان کی جاذبیت اور ترجمہ پر زبان کی گرفت سے ایسا ربط اور تسلسل ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں بلکہ عین کتاب ہو۔''

(جہان ملک العلماء، صفحہ ۴۵ ۷، مضمون مولانا قمر الحسن صاحب)

ترجمہ کی خصوصیت: جو کتابیں مترجم ہوتی ہیں عموماً وہ نہایت خشک اور اکتاہٹ بھری ہوتی ہیں۔خاص کر جب ترجمہ لفظی ہو تب تو اہل زبان کے لیے اُس ترجمہ کا پڑھنا انتہائی دشواری اور اُکتاہٹ کا باعث ہوتا ہے۔حضرت ملک العلماء کے اس ترجمہ کو پڑھتے جایئے تو اگر آپ کو پہلے سے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خیرات الحسان کا ترجمہ ہے تو آپ کو یقیناً ایسا محسوس ہوگا کہ ہم کوئی مستقل کتاب ہی پڑھ رہے ہیں۔ترجمہ نہیں۔ترجمہ کی زبان پر اگر ہم ادبی پیرائے سے گفتگو کریں تو اس ترجمہ میں حضرت ملک العلماء کی جانب سے استعمال کئے گئے الفاظ، ترکیبیں، محاورے اور امثال دیکھ کر بَر ملا یہ کہنا پڑتا ہے کہ بلا شبہ یہ ترجمہ اُردو ادب کا ایک عظیم شاہکار ہے۔اُس پر جگہ جگہ بریکٹ بند میں حضرت ملک العلماء کے ذریعہ لگائے گئے اصل کتاب کے مواد سے متعلق توضیحی وتشریحی نوٹ نے تو گویا سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔

چونکہ ترجمہ نگاری کی عام طور پر ادباء نے تین قسمیں بیان کی ہیں، (۱) لفظی ترجمہ (۲) مفہوماتی ترجمہ (۳) اصطلاحی ترجمہ۔ حضرت ملک العلماء نے یہ جو ترجمہ کیا ہے اسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ آپ نے مفہوماتی ترجمہ فرمایا ہے۔اس ترجمہ کی خاص بات یہ ہے کہ حضرت ملک العلماء کی زندگی کا یہ پہلا ترجمہ ہے مگر اس کے باوجود آپ نے نہ صرف یہ کہ اسے چند دنوں میں مکمل فرمایا بلکہ اس کی زبان بھی نہایت عام فہم اور سلیس رکھی ہے۔خود ہی فرماتے ہیں:

''یہ ترجمہ جو آپ کے پیش نظر ہے چند دنوں میں مرتب کیا اور'' جواهر البيان فی ترجمة الخيرات الحسان ''اس کا نام رکھا۔ یہ تو مسلم ہے کہ کسی کتاب یا عبارت کا ترجمہ دوسری زبان میں کیا جائے تو وہ لطف نہیں رہتا جو اصل کتاب یا عبارت میں ہے۔اسی لئے میں نے حتی الامکان عام فہم اور سلیس ہونے کے خیال سے لفظی ترجمہ کا التزام نہیں کیا ہے۔مجھے اس جگہ اس امر کے اعتراف میں بھی تأمل نہ کرنا چاہئے کہ کار بکثرت ہے اور یہ رسالہ میرا پہلا ترجمہ ہے''

سرکار اعلیٰ حضرت کی حضرت ملک العلماء پر جو نوازشات وعنایات تھیں اسے تو آپ ان کے حالات میں پڑھیں گے کہ سرکار اعلیٰ حضرت آپ سے کتنی محبت فرماتے تھے۔مگر حضرت ملک العلماء کو اعلیٰ حضرت سے کس قدر عقیدت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے اس ترجمہ سے استفادہ کرنے والوں سے یہ اپیل کی ہے کہ وہ ہمارے پیر ومرشد کے لئے دعا فرمائیں۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ناظرین رسالہ سے التماس ہے کہ جو لوگ اس سے نفع اٹھائیں (وہ) ہمارے پیر ومرشد، عین الکرم، زین العجم، اعلیٰ حضرت امام اهل سنت، مجدد مائة حاضرة، مؤید ملت طاهر ه، فاضل بریلوی مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب۔متع الله المسلمين بطول بقائهم'' کی درازیٔ عمر وعز وجاہ کی دعا فرمائیں۔'' (عرض مترجم)

جواہر البیان کی ترتیب جدید: ۱۹۷۶ء میں گلبرگہ کا جو عکسی نسخہ حضرت حسین حلمی صاحب نے شائع فرمایا ہند و پاک میں زیادہ تر یہی نسخہ لوگوں کے پاس موجود ہے۔اس نسخہ کی طباعت کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ یہ وہی نسخہ ہے کہ جسے سب سے پہلے حضرت مولانا الحاج لعل محمد خاں مدراسی کلکتہ نے شائع کیا تھا۔چونکہ اُس وقت کا جو طباعتی طریقہ تھا اُس کے مطابق یہ نسخہ چھاپا گیا۔جس میں نا پیرابندی ہے، نہ جدید اسلوب کتابت کی رعایت،اس پر مستزاد یہ کہ اس میں کتابت کی بھی کافی غلطیاں تھیں۔

بہت زمانہ سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ جدید اسلوب کتابت سے ہم آہنگ کر کے اس بے مثال ترجمہ کو منظر عام پر لایا جائے تا کہ اس کی افادیت میں چار چاند لگ جائیں۔اتفاق سے چند مہینوں قبل ''حقیقت بک اے بی ٹرکی'' کی جانب سے ہندوستان میں اُس کی مطبوعات کو طبع اور تقسیم کرنے کی ذمہ داری نبھانے والے محترم شیخ ''ناجی طوربیٰ'' صاحب سے اس سلسلہ میں تبادلۂ خیالات ہوا۔راقم الحروف نے اس کی ضرورت کا انہیں احساس دلایا۔اُنہوں نے فرمایا کہ یہ کام اگر آپ خود ہی کر دیں تو زیادہ بہتر ہیں۔قلت وقت اور کثرت کار کی وجہ سے میں اس وقت تو اس طرف کوئی توجہ نہ دے سکا کہ اسی درمیان مؤرخہ ۴؍شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ/۲؍اپریل ۲۰۱۷ء بروز اتوار رات تقریباً ۱۲؍بجے میرے والد بزرگوار الحاج ابرار احمد صاحب قادری کا انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے۔

مؤرخہ ۲۱؍مئی کو اُن کے بیسویں کی فاتحہ تھی تب اچانک میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ جواہر البیان کو جدید اسلوب کتابت سے ہم آہنگ کر کے ضروری حواشی ،تقدیم اور دیگر مفید اضافوں کے ساتھ طبع کرا کر والد مرحوم کے جلسۂ چہلم میں تقسیم کر دیا جائے۔تا کہ والد مرحوم کے لیے یہ ایصال ثواب بھی ہو جائے اور حضرت ملک العلماء کا یہ بے مثال ترجمہ نئی آب وتاب کے ساتھ پھر سے منظر عام پر بھی آ جائے۔یہی سوچ کر ہم نے حسب منشائے حضور صاحب سجادہ مدظلہ کچھ مخصوص خطوط پر کام شروع کر دیا جواب آپ کے پیش نظر ہے۔

اس ترتیب جدید میں ہم نے مندرجہ ذیل چیزوں کا اضافہ کیا ہے:

(۱)اس کتاب میں خطبہ کے علاوہ تین مقدمے، چالیس فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔پہلے خیال یہ تھا کہ اس پورے ترجمہ کی تسہیل کر دی جائے مگر بعد میں اس خیال کو ردّ کر دیا یہ سوچتے ہوئے کہ اس سے حضرت ملک العلماء کے ترجمہ کی زبان تبدیل ہو جائے گی۔تسہیل کے پیش نظر ہم نے دوسرا طریقہ یہ نکالا کہ ہر مقدمہ اور (سوائے دو تین فصلوں کے) ہر فصل کا خلاصہ اپنی زبان میں تحریر کر کے اسے متعلقہ فصل کے شروع ہونے سے پہلے اجمالی تعارف کے انداز میں بالکل علیحدہ صفحہ پر لگا دیا تا کہ متعلقہ مضمون پڑھنے سے پہلے قاری کو اُس کا اجمالی خاکہ ذہن نشیں ہو جائے۔واضح رہے کہ ہمارے اس اجمالی تعارف کی حیثیت ایک حاشیہ کی ہے جو سہولت کے پیش نظر نیچے نہ دے کر متعلقہ مضمون کے شروع میں پورے صفحہ پر دے دیا گیا ہے۔

(۲)پوری کتاب کی از سر نو پیرابندی کی۔جہاں جہاں سرخیاں لگنے کی تھیں وہاں سرخیاں لگائیں۔ہر فصل کا جو عنوان تھا اس عنوان کو جلی کیا۔

(۳)جدید اسلوب کتابت کو اپناتے ہوئے جہاں بھی ضرورت محسوس کی۔ وہاں فل اسٹاف، کامہ، کولن،انورٹیڈ کامہ، بریکٹ وغیرہ کا اضافہ کر دیا۔

(۴) چونکہ ترجمہ کی زبان ایک سو بارہ سال پرانی ہے اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ بہت زیادہ ہیں لہٰذا جہاں بھی ضرورت محسوس کی گئی وہاں بریکٹ میں توضیح وتشریح کردی گئی۔

(۵) عجلت کے باعث مکمل طور پر حوالوں کی تخریج کا کام تو نہ ہوسکا البتہ جن حوالوں کے ماخذ ذہن نشیں تھے یا سامنے موجود کتابوں میں آسانی سے دستیاب ہوگئے ان کی جگہ جگہ تخریج کردی گئی ہے۔ البتہ اس ترجمہ میں جو آیات مقدسہ، احادیث کریمہ اور اشعار آئے ہیں ان کی تخریج اظہار القدوس نوشاہی صاحب نے فرمائی تھی اسے برقرار رکھا گیا ہے۔ ان کی یہ تخریج بھی چند مقامات پر ہی تھی۔

(۶) استانبول کے اس نسخے میں نہ تو الخیرات الحسان کے مصنف کے حالات تھے۔ نہ ہی جواہر البیان کے مصنف حضرت ملک العلماء کے۔ اس لیے مناسب یہ سمجھا گیا کہ ان کے حالات کو درج کتاب کر لیا جائے۔ چنانچہ حضرت ملک العلماء کے تو وہی حالات درج کر دیئے گئے جو الحاج مولانا لعل محمد خاں مدراسی کلکتہ علیہ الرحمہ نے اُس وقت تحریر فرمائے تھے جب یہ ترجمہ مکمل ہوا تھا اور انہوں نے اسے پہلی مرتبہ شائع کیا تھا۔ یہ حالات حضرت ملک العلماء کی حیات ہی میں تحریر کئے گئے تھے اور خاص بات یہ کہ اسی ترجمہ کے ساتھ چھاپنے کے لئے ہی انہیں لکھا گیا تھا مگر کسی وجہ سے اُس وقت بھی یہ حالات درج نہ ہوسکے۔ اس وجہ سے ہم نے اب ان حالات کو درج کتاب کرلیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ، امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ اور حسین حلمی مرحوم کے حالات راقم الحروف نے قلم بند کئے ہیں۔

(۷) کئی جگہ عربی عبارات کے ترجمہ بھی راقم نے کئے ہیں جنہیں ممتاز کرنے کے لیے ایک مخصوص قسم کے [] بریکٹ میں رکھا گیا ہے۔ البتہ فصلوں کے عنوان پر جو یہ مخصوص بریکٹ لگا ہے اس کے اندر کی عبارت ہماری نہیں بلکہ مصنف ومترجم ہی کی ہے۔

(۸) کتاب میں جہاں جہاں مکالمے تھے انہیں ہم نے مکالمے کے انداز میں پیرابندی کرکے سیٹ کیا ہے۔

(۹) کتاب کے اندر جن مباحث میں قرآنی ترجمہ، حدیث پاک، اقوال علماء اور کوئی حکایت تھی تو اسے ہم نے انورٹیڈ کومہ لگا کر حوض میں واضح طور پر سیٹ کیا ہے تاکہ اول نظر میں معلوم ہوجائے کہ یہ کسی کا قول یا کلام ہے۔

(۱۰) کئی جگہ حضرت ملک العلماء نے بذات خود حاشیہ یا بین السطور ہی میں توضیحی نوٹ لگائے ہیں جن کو واضح کرنے کے لئے ہم نے مترجم لکھ دیا ہے۔ (تلك عشرة كاملة)

یہ کام ہم نے مؤرخہ ۲۷/اپریل ۲۰۱۷ء بروز جمعرات صبح تقریباً ۱۰/بجے شروع کیا تھا۔ کتاب کی مکمل کمپوزنگ محترم مولانا محمد محمود عالم منظری صاحب نے بہت عجلت میں کی ہے مگر تصحیح، پیرابندی، خلاصہ کمپوز کرنے وغیرہ کا کام محترم مرزا توحید بیگ صاحب نے کیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ محض تین دن میں آج یہ کام مؤرخہ ۲/شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ/ ۲۹/اپریل ۲۰۱۷ء بعد نماز عشاء مکمل ہوگیا۔ فللہ الحمد۔ یہ حسین اتفاق ہے کہ یہ کام اسی تاریخ میں مکمل ہوا جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وصال ہے یعنی ۲/شعبان المعظم۔

☆

اللہ کا فضل اور انعام ہے عید سعید

از:-(الحاج حافظ) محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی، جمشید پور

اسلام ایک کامل و اکمل دین ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو فطرت اِنسانی کے عین مطابق ہے۔ ارشاد باری ہے سورہ مائدہ، آیت نمبر۳ پارہ۶ رکوع ۵ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ ..... اَلخ آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

(کنزالایمان)

دینِ اسلام اللہ کو پیارا ہے اور مومنوں کے لئے بھی اللہ نے پسند فرمایا۔ دینِ اسلام انسانی زندگی کے تمام گوشوں کی رعایت کرتا ہے۔ یہ بات بھی انسانی فطرت کے عین مطابق ہے کہ وہ خوشی ومسرت کے مواقع کا متمنی ہوتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کبھی کبھی وہ اپنی تمام تر مصروفیات سے نکل کر اپنے گھر والوں اور اعزہ و اقرباء کے ساتھ خوشی ومسرت کے کچھ لمحات گزارے۔ اسی خواہش کی تکمیل کیلئے اسلام نے ہمیں دو تہوار (Festival) عطا کئے۔

عِیْدُ الْفِطْرُ اور **عِیْدُ الْاَضْحٰی**۔

"عید الفطر" تہذیب وشائستگی کا جشن مسرت، اسلام کی اعلیٰ اقدار اور عظیم روایات کی علامت ہے، یہ مبارک و پر مسرت (Festival) روزِ سعید عید الفطر تقویم عیسوی کے مطابق ۲۷/ مارچ ۶۲۴ء بمطابق یکم شوال ۲/ ہجری سے منایا جا رہا ہے، جسے اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابۂ کرام کی مقدس جماعت کے ہمراہ مدینہ منورہ سے باہر ادا فرمایا تھا۔ حضرت ابنِ حبان رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ہجرت کے دوسرے سال جب شافع روزِ محشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کی تاریخ ساز فتح کے بعد واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس کے آٹھ دن بعد 'عید الفطر' منائی گئی۔ کیونکہ رمضان المبارک کے روزے اسی سال فرض ہوئے تھے۔ ۱/شوال ۲ھ میں یہ عید سعید جنگ بدر کی فتح مبین کے بعد پیش آئی، کتنی خوشگوار تھی یہ عید سعید۔ جس کی سعادت اللہ نے مسلمانوں کے سر پر فتح وافتخار کا تاج رکھنے کے بعد عطا فرمائی اور کتنا ایمان افروز تھا اس پہلی نمازِ دوگانہ کا دلکش منظر جسے صحابہ کرام نے اپنے گھروں سے نکل کر تکبیر وتحمید اور تسبیح وتہلیل کی صدائیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ بلند کرتے ہوئے عیدگاہ جا کر نماز عید ادا کیا تھا۔

عید سعید خوش نصیب عبادت گزاروں کیلئے ہے

رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں روزہ رکھ کر اللہ کی عبادت کر کے اب انعام کا دن آ گیا۔ حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب "غُنیتہ الطالبین" میں حدیث پاک بیان فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں شبِ فطر (عید کی رات) کا نام شبِ جائزہ (انعام کی رات) ہے عید کی صبح اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ ہر جگہ پھیل

جاؤ، چنانچہ سب فرشتے زمین پر اُتر کر ہر گلی کوچے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں: اے اُمتِ رسول ﷺ! اپنے رب کی طرف نکلو وہ کچھ تمہیں عطا کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمہارے گناہ کبیرہ بخش دیگا۔ چنانچہ جب لوگ اپنے گھروں سے عید کی نماز کیلئے نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: بتاؤ جس مزدور نے اپنا کام پورا کیا اسکی اُجرت کیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار اس مزدور کو پوری اُجرت عطا کر۔ تب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: ان لوگوں نے جو روزے رکھے اور نمازیں پڑھیں ان کے عوض میں میں نے ان کی مغفرت کر دی۔ فرشتے یہ سن کر بہت خوش ہوتے ہیں اور اُمتِ محمدی کو اللہ تعالیٰ جو عطا فرماتا ہے فرشتے ہر شخص کو اس کی خوش خبری سناتے ہیں۔ (غُنیۃ الطالبین صفحہ ۳۹۷)

اس حدیث پاک سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) ایک تو حدیث کے شروع میں جس بات کا ذکر ہے کہ فرشتے ایمان والوں کو اپنے رب کی طرف نکلنے کی دعوت دیتے ہیں، حقیقتاً اس کی عملاً نظیر اس وقت دیکھنے میں آتی ہے، جب عید کی صبح بوڑھے، بچے، جوان اور مرد سب کے سب اپنے اپنے گھروں سے عیدگاہ کی طرف تیز تیز قدموں سے بڑھتے ہیں اور عیدگاہ، مسجدوں، نمازگاہوں میں جمع ہو کر نماز دوگانہ ادا کر کے ساری دنیا کے سامنے اخوت اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ (۲) دوسری اور سب سے اہم بات اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے کہ عید کے انعام واکرام اور مبارک باد کے اصل مستحق وہی لوگ ہیں جنہوں نے رمضان بھر اپنے رب کو خوش کرنے، رضا جوئی کی خاطر روزے رکھے، نمازیں پڑھیں، نیک اعمال کئے، تقویٰ کی اس تربیت کا فائدہ اُٹھایا اور جس نے رمضان المبارک گزارنے کے بعد بھی روزے کی کیفیات کو اپنے اندر جذب کر لیا اور اپنے نفس پر اس حد تک کنٹرول کر لیا کہ اس کی نامناسب و ناپسندیدہ خواہشوں کی پیروی نہیں کی۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اسکی مثال یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص اچھی سے اچھی غذا کھائے جو انسان کے لئے نہایت قوت بخش ولذیذ ہو مگر کھانے سے فارغ ہوتے ہی اس کو قئے (اُلٹی) کر دے تو اس غذا کا کوئی فائدہ اُسے حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے ہضم ہونے اور خون بننے کا اُسے موقع ہی نہیں دیا۔ اسکے برعکس اگر ایک شخص غذا کھا کر اُسے ہضم ہونے اور خون بننے کا موقع فراہم کرے تو اُس غذا سے خون بن کر اسکے جسم میں دوڑنے لگے گا۔ تو یہ اُس غذا کا فائدہ ہے۔ بالکل ایسا ہی معاملہ روزوں کا ہے۔ ان کا حقیقی فائدہ ہم اس طرح اُٹھا سکتے ہیں کہ ایک مہینے تک جو اخلاقی دینی تربیت ان روزوں نے ہمیں دی ہے، عید کے بعد بھی ہم نکال کر اپنے اندر سے پھینک نہ دیں بلکہ اس کو گیارہ مہینے اسکے اثرات کو اپنی زندگی میں جما کر بسا کر رکھیں، کام کرنے کا موقع دیں، دین واخلاق پر قائم رہیں۔ یہ فائدہ اگر کسی کو حاصل ہو گیا تو وہی عید سعید کی خوشی کا اصل مستحق ہے۔

عید اسکی نہیں جو روزے نہ رکھتا ہو

وہ شخص جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں یا اگر رکھے بھی تو بس اس طرح کہ ان تیس روزوں کا اس کی زندگی پر کوئی اثر نہ ہو بلکہ وہ جس طرح رمضان کے پہلے لہو ولعب اور فساد جھوٹ اور دیگر لغویات میں مشغول رہا یا ہو گیا تو ایسے لوگ نہ عید کی مبارک باد کے مستحق ہیں اور نہ ہی عید ان کے لئے ہے۔

عیدالفطر کے روز خوشی کا اظہار کرنا سنت ہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کا پہلا عشرہ رحمت دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ مہینہ رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی کا مہینہ ہے۔ لہذا اِن بڑے بڑے انعامات کی خوشی میں ہمیں عیدِ سعید کی خوشی منانے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ لہٰذا ادائے سنت کی نیت سے ہمیں خوشی منانا اور اسکا اظہار کرنا چاہیے۔ اللہ کی رحمت اُسکے فضل پر خوشی منانے کا حکم تو خود مولائے رحیم دے رہا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے سورہ یونس، آیت نمبر ۵۶ قُلْ بِفَضلِ اللّٰہِ وَ بِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوا۔ **ترجمہ**: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسکی رحمت پر چاہیئے کہ خوشی کریں (ترجمہ کنزالایمان)

عیدالفطر کا دن اہم ترین دن ہے اس دن اللہ کی رحمت نہایت جوش میں ہوتی ہے۔ اللہ کی بارگاہ سے کوئی سائل مایوس نہیں لوٹایا جاتا۔ ایک طرف اللہ کے نیک بندے اللہ کی بے شمار رحمتوں اور عنایتوں پر خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف مومنوں پر اللہ کی اتنی کرم نوازیاں دیکھ کر انسان کا بدترین دشمن شیطان جل بھن جاتا ہے اور لگتا ہے مومنوں کو بہکانے اور لہو ولعب میں مبتلا کرا کر محلّہ روڈ ہر جگہ بڑے بڑے ساؤنڈ باکس لگوا کر فحش گندے گانے بجوا کر عید کے انعام کو برباد کرنے میں لگ جاتا ہے۔ ہمارا نوجوان اسمیں ایسا لگتا ہے کہ اللہ کی پناہ۔

مسرت وشادمانی کا دن ہے عیدسعید

عید کی صبح بندہ مومن نے فجر کی نماز ادا کی، اطاعت و بندگی اور اُسکی یاد میں لگ گیا، دوسری قوموں کے تہواروں میں لوگ خوشی میں آپے سے باہر ہو کر نشے میں دھت لہو ولعب میں لگ جاتے ہیں۔ لیکن مسرتوں بھرے تہواروں میں نہ آپے سے باہر ہوتا ہے نہ خدا کو بھولتا ہے، نہ انسانوں کے حقوق کو بھولتا ہے۔ خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، سارے انسانوں کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک اور سب پر رحم کرتا ہے۔ بندہ مومن کی خوشی ومسرت خدا کی بندگی واطاعت میں ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پیغام کو عام کیا جائے اور پوری انسانیت میں اس محبت، پیار، تعلق، اخوت، بھائی چارگی، یکجہتی، اتحاد واتفاق اور مل جُل کر رہنے کا طریقہ، غریبوں، مسکینوں، ناداروں اور کمزور لوگوں کی مدد واعانت کے جذبہ کو اُبھارا جائے۔ عیدسعید کی خوشیاں ہمیں دعوت دیتی ہیں کہ ہم سوچیں، غور کریں کہ اسلام نے وہ کون سی بنیادیں اور اصول عطا کئے ہیں جس سے اس کی خوشیاں آفاقی ہوگئیں اور پوری دنیا خوشی ومسرت میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے۔

عیدسعید اور ہماری ذمہ داریاں

جس اللہ کے خوف سے ہم رمضان المبارک میں برائیوں سے بچتے تھے، وہ رب ذُوالجلال صرف رمضان کے لئے ہمارا پروردگار نہیں بلکہ وہ سال کے باقی گیارہ مہینوں میں بھی ہمارا اللہ ہے۔

عید کو دوسری قوموں کی طرح کا تہوار نہ سمجھا جائے بلکہ عید کے ذریعہ تو اسلام ایسے پاک معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جو ہر طرح کی گندگیوں سے یکسر پاک ہو۔ عید خوشی ہے اور یومِ شکر و یومِ انعام بھی۔ اللہ کے حضور شکر کے اظہار کے ساتھ تربیت، تزکیہ نفس کیلئے واضح پیغام ہے۔ عیدالفطر، یومِ تزکیہ بھی ہے۔ اللہ سے دُعا ہے کہ عیدسعید کی خوشیاں تمام عالمِ اسلام کو عطا ہوں، مبارک ہوں اور اس انعام کی اہمیت کو سمجھنے کے ساتھ دین اسلام پر عمل کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تکفیرِ دیابنہ کے حوالے سے ایک مغالطے کا جواب

یہ مقالہ دو ماہی مجلّہ الرضا، پٹنہ بابت مارچ اپریل ۲۰۱۷ء میں شائع ہو چکا ہے، معمولی حکّ و اِضافہ کے بعد پیشِ خدمت ہے

از:۔میثم عباس قادِری رضوی

یہ مختصر تحریر ہندوستان کے صلح کلی گروہ کے قلم کار جناب ذیشان مصباحی صاحب کی ایک گمراہ کن پوسٹ کے جواب میں بعجلت لکھی جارہی ہے۔ پوسٹ کا جواب لکھنے سے قبل ذیشان مصباحی صاحب کا مختصر فکری تعارف پیش ہے۔ یہ موصوف اہلِ سنت وجماعت، بریلی مخالف گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، فتنۂ رواں صدی طاہر القادری کو ''شیخ الاسلام'' مانتے ہیں۔ یکم مارچ ۲۰۱۷ء کو غدارِ اہلِ سنت نوشاد عالم چشتی نے اپنی فیس بک پوسٹ میں اعلیٰ حضرت اور آپ کے والدِ گرامی حضرت علامہ مولانا نقی علی خان بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حوالے سے اہلِ سنت پر وہ اعتراض کیا جو دیوبندی کرتے ہیں اور بُغضِ باطن کی وجہ سے اہلِ سنت وجماعت، بریلوی کو ''رضا خانی'' بھی لکھا۔ نوشاد عالم چشتی کی اس پوسٹ پر جناب ذیشان مصباحی صاحب اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''چشتی صاحب، علمی تنقید اور تخلیقات کی قدروں کا تعین اچھی چیز ہے، لیکن یہ عمل اگر تعصّبات اور عقیدتوں کے غلاف میں ہو تو سوائے تنگئ نظر اور تضلیل و تکفیر کے، علم و تحقیق کا اُجالا نہیں آسکتا۔ آپ اس طرح کے نادرات پیش کرتے رہیے، اس کا مثبت فائدہ یہ ہوگا کہ نئی نسل مطالعات و تحقیقات میں غلو فی العقیدۃ، یک رُخا پن اور تعصّبات کے امراض سے محفوظ ہوگی اور اس کے اندر فرقہ پرستی کے جراثیم کی بجائے علم و تحقیق کا مزاج پیدا ہوگا''۔

اس اقتباس میں موصوف نے جہاں اہلِ سنت کے معاند نوشاد عالم چشتی کی حوصلہ افزائی کی ہے، وہاں اہلِ سنت وجماعت کے خلاف اپنے بُغض کا اظہار بھی کیا ہے، موصوف کے اس تبصرے سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ یہ درحقیقت سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مجددِ دین وملت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بھی بُغض رکھتے ہیں۔ ذیشان مصباحی صاحب، ہندوستان کے صلح کلیوں کے ایک گروہ کے مربی وسرپرست جناب ابوسعید احسان اللہ صفوی المعروف ابومیاں کے غالی عقیدت مند ہیں، جن کے مریدین ان کو سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں، یوٹیوب/ youtube پر abbu mian ke mureed sajda karte hain لکھ کر ویڈیو دیکھ سکتے ہیں، جس میں لوگ ابومیاں (ابوسعید احسان اللہ صفوی) کے قدموں

میں سجدہ کررہے ہیں لیکن موصوف ''ابومیاں'' اس سے منع نہیں کرتے۔(ان کے اعتزالی نظریات کا محاسبہ قاطع بدمذہبیت حضرت مولانا مفتی راحت خان قادری مدظلہ العالی نے اپنی کتاب ''حجابِ تصوف میں بھیانک چہرہ''(مطبوعہ المکتب النور، شکار پور چودھری، ایئرفورس گیٹ، عزت نگر، بریلی شریف) میں کیا ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں)۔

مؤرخہ ۲۶ مارچ ۲۰۱۷ء بروز اتوار ذیشان مصباحی کے پیرمغاں ابوسعید احسان اللہ صفوی کی زیرسرپرستی ان کے ''جامعہ عارفیہ سید سراواں الہ آباد'' میں ایک خطبہ کا اہتمام کیا گیا، جس میں اعلیٰ حضرت کے شدید حاسد اور معاند نوشاد عالم چشتی (علی گڑھ) کو بعنوان ''برطانوی ہند میں تحریک آریہ سماج اور اسلام'' خطبہ دینے کے لیے بلایا گیا۔ اور اس پروگرام کے اشتہار کو ۲۵/ مارچ ۲۰۱۷ء کو ذیشان مصباحی صاحب نے اپنی فیس بک آئی ڈی سے شیئر کیا۔ حالانکہ ان کو بخوبی معلوم ہے کہ نوشاد عالم چشتی جابجا سوشل میڈیا پر اعلیٰ حضرت سرکار کا شدید رد کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایسے شخص کو جامعہ عارفیہ میں خطاب کے لیے مدعو کرنا، اس کی تشہیر کرنا، اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ جامعہ عارفیہ کے سرپرست ابوسعید احسان اللہ صفوی اور اس کے ذیشان مصباحی صاحب جیسے متعلقین درحقیقت اعلیٰ حضرت کے مخالف ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کبھی بھی اعلیٰ حضرت کے دشمن کو جامعہ عارفیہ میں نہ بُلاتے۔(نوشاد عالم چشتی جب محبین اعلیٰ حضرت کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے تو راہِ فرار اختیار کرتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل برادرِ گرامی حضرت مولانا مفتی راحت خان قادری مدظلہ العالی کے مقابل (ٹیلی گرام کے ایک گروپ میں ہونے والے) مباحثے میں ذلیل ورسوا اور ساکت ومبہوت ہونے کے بعد گروپ سے فرار ہوگیا، راقم کے ساتھ بھی ایک فیس بک پوسٹ کے کمنٹس میں مباحثہ کیا لیکن لاجواب ہوکر فرار ہوگیا۔ محبینِ اعلیٰ حضرت کے ہاتھوں مختلف مواقع پر اگر اس کی ذلت ورسوائی کی مزید تفصیل بیان کی جائے تو بات بہت طویل ہوجائے گی، اس لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں)

یہ سطور ذیشان مصباحی صاحب کے مختصر فکری تعارف کے لیے نقل کی گئی ہیں۔ اب اصل بات کی طرف آیئے، بات کا پسِ منظر کچھ یوں ہے کہ ماہِ فروری ۲۰۱۷ء کے اواخر میں ذیشان مصباحی صاحب نے ''فتاوی رضویہ'' کا ایک اقتباس فیس بک پر دیا، اقتباس ملاحظہ کریں:

> ''جانِ برادر! یہ پوچھتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پوچھ کہ امام ومأموم پر ایک جماعتِ ائمہ کے نزدیک کتنی وجہ سے کفر آتا ہے۔ حاش لِلّٰہ حاش لِلّٰہ ہزار ہزار بار حاش لِلّٰہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مدعیانِ جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے اہلِ لَا اِلٰہ اِلا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے، جب تک وہ وجہ کفر آفتاب

سے زیادہ روشن وجلی نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی (اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ت) مگر یہ کہتا ہوں اور بیشک کہتا ہوں کہ بلاریب ان تابع ومتبوع سب پر ایک گروہِ علما کے مذہب میں بوجہ کثیرہ کفر لازم'' (فتاوی رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۷۹)

جب راقم نے ذیشان صاحب کی یہ پوسٹ دیکھی تو لکھا:

''ذیشان مصباحی صاحب! آپ کا پیش کردہ یہ اقتباس ''حُسام الحرمین'' سے کئی سال پہلے لکھی گئی کتاب ''سُبْحَانَ السُّبُّوْحِ'' کا ہے۔ جب کہ اس کے بعد ''حُسام الحرمین'' اور ''تمہید ایمان'' میں ان دیابنہ کی (قطعی) تکفیر کی گئی ہے۔ بعد والے مؤقف کو چھوڑ کر پہلے والا مؤقف نقل کرنے کا کیا مقصد ہے؟''

اس کے جواب میں ذیشان صاحب نے لکھا:

''اس کے بہت سے مقاصد ہیں جو سب کو سمجھ میں آجائیں ضروری نہیں۔ البتہ آپ کے ذہن میں جو اہم پہلو اس اقتباس کی وجہ سے چھوٹ رہا ہے آپ دوسرا اقتباس دے کر اس کی تکمیل کرلیں۔ اور اگر اس سے بھی آپ کا جی نہ بھرے تو ایک مقالہ لکھ کر اس رسالے کی منسوخیت کا اعلان کردیں۔ اور اگر اس سے بھی تسلی نہ ہو تو ''فتاوی رضویہ'' سے اس رسالے کو خارج کرانے کی تحریک چلائیں۔ اور ایک بات۔ افہام وتحقیق کا ہر شخص کو حق ہے البتہ داروغہ گیری نہ میں کرتا ہوں اور نہ کسی کی داروغہ گیری مجھے پسند ہے''

قارئین! آپ نے ذیشان مصباحی صاحب کی پوسٹ، اس پر راقم کا تبصرہ اور اس تبصرے کا موصوف کی طرف سے دیا گیا جواب ملاحظہ کیا۔ بجائے اس کے کہ یہ موصوف دیابنہ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے ''ابتدائی موقف کو نقل کرنے'' اور ''بعد والے راجح مؤقف کو بیان نہ کرنے کے'' بارے میں کوئی معقول وضاحت کرتے، اُلٹا وضاحت طلب کرنے کو ''داروغہ گیری'' قرار دے دیا اور طنز کرتے ہوئے ''سُبْحَانَ السُّبُّوْحِ'' کو ''فتاوی رضویہ'' سے نکلوانے کی بات کردی۔ پوسٹ کرنے کے بعد اگلے دن ذیشان صاحب کی اس پوسٹ پر مزید کچھ لکھنا چاہا تو معلوم ہوا کہ موصوف نے اپنی وہ پوسٹ ڈیلیٹ کردی ہے، یہ بھی ان کے لیے اس لحاظ سے اچھا ہوا کہ اپنی اس پوسٹ کی وجہ سے فیس بک پر مزید رُسوا ہونے سے بچ گئے۔

بہرحال راقم کے استفسار کے جواب میں موصوف نے جو جواب دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاہتے ہیں ہم جس طرح چاہیں حقائق کا خون کریں، ''فتاوی رضویہ'' کا نام لے کر جس طرح چاہیں کھلواڑ کریں، کوئی ہمیں کچھ نہ کہے۔ یہ وہی ذیشان مصباحی صاحب ہیں جو دوسروں کو توسع، برداشت اور تصوف کا درس دیتے نہیں تھکتے،

لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو جس رویہ کو متشددانہ کہتے ہیں اسے اپنانے میں دیر نہیں کرتے۔ ذیشان مصباحی صاحب کی قبیل کے جتنے افراد سے میرا واسطہ پڑا ہے میں نے یہی دیکھا ہے کہ دوسروں کو متشدد اور خود کو معتدل سمجھنے والے ایسے افراد خود اپنے اعتزالی نظریات میں بہت متشدد پائے گئے ہیں، فریقین میں فرق صرف نظریات کا ہی ہوتا ہے، جسے یہ تشدد کہتے ہیں وہ ان کے ہاں بھی کسی ''بڑے سے بڑے متشدد'' سے کم نہیں ہوتا، ان کا متشددانہ رویہ ان کے فکری توسع کو جھٹلا رہا ہوتا ہے۔ ذیشان صاحب کو چاہیے کہ جس طرح موصوف نے دیابنہ کے بارے میں پوسٹ کی ہے اور ان کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا ابتدائی مؤقف عدم تکفیر تو نقل کیا ہے، لیکن دیابنہ کی قطعی تکفیر پر مشتمل بعد والا مؤقف نقل نہیں کیا۔ بالکل اسی طرح کی ایک پوسٹ مرزا قادیانی کے متعلق بھی کر دیں کیونکہ ابتدا میں علمائے اہل سنت نے اس کی قطعی تکفیر نہ فرمائی جب اس کے کفریات کا قطعی علم ہوا اس کی تکفیر فرمائی۔ اس بات کا ذکر ''تمہید ایمان'' کے حواشی میں بھی ہے، جو آپ آگے ملاحظہ کریں گے۔

جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ذیشان صاحب نے وہ اقتباس سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مجددِ دین وملت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کی کتاب ''سُبْحَانَ السُّبُوْحِ'' مشمولہ ''فتاوی رضویہ'' سے نقل کیا تھا، سطورِ آئندہ میں اُس کی وضاحت پیش ہے۔ جس طرح صلح کلی گروہ اعلیٰ حضرت کے متبعین ومحبین اہلِ سنت وجماعت کو تکفیری اور متشدد قرار دیتے ہیں بالکل اسی طرح دیابنہ وہابیہ بھی سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مجددِ دین وملت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کو تکفیری اور متشدد کہتے ہیں، مخالفین کی جانب سے بے جا تکفیر کے اس الزام کا جواب اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب ''تمہید ایمان'' میں دیا ہے، اس جواب میں اعلیٰ حضرت نے (۱۳۰۷ ہجری میں لکھی گئی) کتاب ''سُبْحَانَ السُّبُوْحِ'' میں اُس وقت اکابرِ دیابنہ کی تکفیر نہ کرنے کی وجہ بھی بیان کی ہے، اور پھر ۱۳۲۰ ہجری میں اکابرِ دیوبند کی قطعی تکفیر کرنے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اس جواب سے منتخب کیے گئے تین اقتباسات ملاحظہ کریں۔

(۱) ''تمہیدِ ایمان'' کا پہلا اقتباس، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

> ''خامساً: اسمٰعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے، یہی دُشنامی لوگ، جن کے کفر پر اب فتوی دیا ہے جب تک ان کی صَرِیح دشنامیوں پر اطلاع نہ تھی، مسئلۂ امکانِ کذب کے باعث ان پر اٹھتر ۷۸/وجہ سے لزومِ کفر ثابت کر کے ''سُبْحَانَ السُّبُوْحِ'' میں بالآخر صفحہ ۸۰/طبع اوّل پر یہی لکھا کہ: ''حاش للہ حاش للہِ ہزار ہزار بار حاش للہ، میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مُدَّعِیانِ جدید (گنگوہی وانبیٹھی اور اُن کے اذناب دیوبندی۔۱۲ کاتب عُفِی عَنْه) کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ اُن کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلّم نے اہلِ لااِلٰہ اِلا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہِ کفر، آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی''

(تمہید ایمان مع خلاصہ فوائدِ فتاویٰ صفحہ ۴۳ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، واقع بریلی)

(**ضروری نوٹ**: اس اقتباس میں ''مدعیانِ جدید'' کے ساتھ قوسین میں درج وضاحت خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرالشریعہ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اہتمام سے شائع ہونے والی ''تمہیدِ ایمان'' کی قدیم طباعت، بارِ دُوُم میں حاشیہ پر درج تھی، راقم نے اس کو متن میں شامل کردیا ہے)

''تمہیدِ ایمان'' کے پیش کیے گئے اس اقتباس میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ ''سُبْحَانَ السُّبُّوْحِ'' کی تالیف کے وقت آپ کو اکابرِ دیوبند کی صریح گستاخیوں پر اطلاع نہیں تھی، مسئلۂ امکانِ کذب کے باعث ۷۸/ وجوہ سے لزومِ کفر ثابت کرکے اکابرِ دیوبند کو گمراہ و بدعتی قرار دیا، لیکن ان کی قطعی تکفیر نہ فرمائی۔ بعد میں جب ان کی صریح گستاخیوں پر اطلاع ہوئی تو ''المعتمد المستند''، ''حُسام الحرمین''، ''تمہید ایمان'' اور دیگر تحریرات میں ان کی قطعی تکفیر فرمائی۔ ثابت ہوا کہ ''سُبْحَانَ السُّبُّوْحِ'' میں درج اکابرِ دیوبند کی نسبت اعلیٰ حضرت کا مؤقف بعد والے مؤقف کے مقابل مرجوح ہے۔

(۲) ''تمہیدِ ایمان'' کا دوسرا اقتباس، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''مسلمانو! یہ روشن، ظاہر، واضح، قاہر عبارات تمہارے پیشِ نظر ہیں، جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو اُنیس سال ہوئے، اور ان دُشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے ''المعتمد المستند'' چھپی۔ ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ و رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو، یہ عبارتیں فقط اُن مُفتَریوں کا افترا ہی رَدّ نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور سے اُن کا صَرِیح کُفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا، جس میں اصلاً، اصلاً، ہرگز، ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی''

(تمہید ایمان مع خلاصہ فوائدِ فتاویٰ صفحہ ۴۴ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، واقع بریلی)

اس اقتباس میں بھی اعلیٰ حضرت نے یہی وضاحت فرمائی ہے کہ جب تک اکابرِ دیوبند کا کفر یقینی، قطعی طور پر واضح نہ ہوا، آپ نے تکفیر نہ فرمائی، لیکن جب ان کا کفر روشن ہوگیا تو قطعی تکفیر فرمادی۔

(۳) ''تمہیدِ ایمان'' کا تیسرا اقتباس، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دُشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی دُشنامیوں پر

اطلاعِ یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتر وجہ سے بحکمِ فقہائے کرام لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ''ہزار ہزار بار حاش لِلّٰہ، میں ہر گز انکی تکفیر پسند نہیں کرتا''۔ جب کیا اُن سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی؟ جب اُن سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ حاش لِلّٰہ مُسلمانوں کا علاقہ محبّت و عداوت، صرف محبّت و عداوتِ خدا ورَسُول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر (۱) نہ ہوئی یا اللہ ورَسُول کی جناب میں ان کی دشنام (۲) نہ دیکھی سُنی تھی، اُس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً اُن کا ساتھ نہ دیا اور متکلمینِ عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صَرِیح انکارِ ضروریاتِ دین ودشنام دہی ربّ العلمین وسید المرسلین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمۂ دین کی تصریحیں سُن چکے کہ مَن شَکَّ فِی عَذَابِہٖ وَکُفرِہٖ فَقَد کَفَرَ ''جو ایسے کے معذّب وکافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے''۔ اپنا اور اپنے بھائیوں عوامِ اہلِ اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا، لاجَرم حکمِ کفر دیا اور شائع کیا۔ وَذٰلِکَ جَزَاءُ الظّٰلِمِیْنَ۔''

(تمہید ایمان مع خلاصہ فوائدِ فتاویٰ صفحہ ۴۴، ۴۵ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، واقع بریلی)

''تمہیدِ ایمان'' کے اس اقتباس کے دو مقامات پر بارِ دُوم میں حواشی درج تھے، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں ان کی سخت گالی ۱۳۱۹ھ میں چھپی، اس سے پہلے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وہ تھا کہ مجلسِ میلادِ مبارک وقیام میں شریکِ اہلِ اسلام ہوتے۔ ۱۲ کاتب عُفِیَ عَنْہ

(۲) جیسے گنگوہی صاحب وانبیٹھی صاحب کہ ان کے اتنے قول کی نسبت میرٹھ سے سوال آیا تھا کہ خدا جھوٹا ہوسکتا ہے۔ اُس کے بعد معلوم ہوا کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتاتے ہیں۔ پھر گنگوہی صاحب کا وہ فتویٰ کہ خدا جھوٹا ہے جو اُسے جھوٹا کہے مسلمان سنّی صالح ہے۔ جب چھپا، نظر سے گزرا، کمال احتیاط یہ کہ دوسروں کا چھپوایا ہوا تھا اُس پر وہ تیقن نہ کیا جس کی بِنا پر تکفیر ہو، جب وہ اصلی فتوی گنگوہی صاحب کا مُہری دستخطی خود آنکھوں سے دیکھا اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی صاحب نے سکوت کیا تو اُس کے صدق پر اعتبار کافی ہوا۔ یونہی قادیانی دجال کی کتابیں جب تک آپ نہ دیکھیں اُس کی تکفیر پر جزم (یقین) نہ کیا، جب تک صرف مہدی یا مثیلِ مسیح بننے کی خبر سُنی تھی، جس نے دریافت کیا اتنا ہی کہا کہ کوئی مجنوں معلوم ہوتا ہے۔

پھر جب امرتسر سے ایک فتوی اُس کی تکفیر کا آیا جس میں اُس کی کفریہ عبارتیں بحوالہ صفحات منقول تھیں۔اُس پر بھی اتنا لکھا کہ ''اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو وہ یقیناً کافر''۔ دیکھو رسالہ ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' صفحہ ۱۸۔ہاں جب اُس کی کتابیں بچشمِ خود دیکھیں اُس کے کافر مُرتد ہونے کا قطعی حکم دیا۔۱۲ کاتب عُفِیَ عَنْہُ''

''تمہید ایمان'' کے اس اقتباس سے بھی ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کو جب تک اکابرِ دیوبند کی تحریر کردہ گستاخانہ عبارات کا یقینی علم نہ تھا،آپ نے ان کی تکفیر نہ فرمائی لیکن جب آپ کو ان کی گستاخانہ عبارات کا علم یقینی ہوا تو آپ نے اُن کی قطعی تکفیر فرمائی۔ لہٰذا آج اگر کوئی (ذیشان مصباحی جیسا) شخص ''سُبْحَانَ السُّبُوْحِ'' سے دیابنہ کی عدمِ تکفیر کا مؤقف تو نقل کرتا ہے لیکن ''المعتمد المستند'' (یا) ''حُسَامُ الْحَرَمَین'' (یا) ''تمہیدِ ایمان'' (یا) اعلیٰ حضرت کی دیگر تحریرات سے دیابنہ کی قطعی تکفیر پر مشتمل مؤقف نقل نہیں کرتا تو اس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص دجل کر رہا ہے۔

مظہرِ اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ سنت امام المناظرین حضرت علامہ ابو الفتح حافظ قاری محمد حشمت علی خان قادری رضوی لکھنوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ۱۳۴۴ ہجری میں مولوی محمد حسین راندیری دیوبندی کے ساتھ اکابرِ دیوبند کی گستاخانہ عبارات کے عنوان پر راندیر ضلع سورت میں مناظرہ ہوا،جس میں دیوبندیوں کو شکستِ فاش ہوئی۔ دیوبندیوں نے ''مناظرۂ راندیر'' میں شکست کھانے کے بعد اس مناظرہ کی دجل وفریب سے پُر روداد شائع کی، اور شکست کی خفت مٹانے کے لیے چالاکی یہ کی کہ اس روداد میں ''سُبْحَانَ السُّبُوْحِ'' کے ''تمہیدِ ایمان'' میں نقل کیے گئے اقتباس کو پیش کر کے یوں دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ ''اعلیٰ حضرت نے ''تمہید ایمان'' میں اکابرِ دیوبند کو مسلمان لکھا ہے''۔نعوذ باللّٰہ۔ لیکن اپنے مقصد میں ناکام ہوئے۔اسی طرح کا معاملہ یہاں پیش آیا ہے کہ یہی تاثر موصوف ذیشان مصباحی نے براہِ راست ''سُبْحَانَ السُّبُوْحِ'' کی وہی عبارت پیش کر کے دینا چاہا،لیکن ناکامی ہوئی۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے اہلِ سنت وجماعت کو محفوظ رکھے۔آمین بجاہ النبی الامین،صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ وَسَلم۔

بے جا الزامِ تکفیر کے جواب میں سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مجددِ دین وملت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ''تمہیدِ ایمان'' میں ''مکرِ پنجم'' کے جواب میں مخالفین کے مکر کا جو جواب دیا ہے،وہ ملاحظہ فرمائیں،تاکہ جس نے یہ مقالہ پڑھا ہو اس کے سامنے کسی دجال کو اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ایسا دجل کرنے کا موقع نہ مل سکے:

> ''اب خدا ورَسُول کو گالیاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا آخری حیلہ یہی رہ گیا ہے کہ کسی طرح عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علمائے اہلِ سُنّت یونہی بلاوجہ لوگوں کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں۔ ایسا ہی اِن دشنامیوں کو بھی کہہ دیا ہوگا۔مُسلمانو !اُن

مفتریوں کے پاس ثبوت کہاں سے آیا؟ کہ من گھڑت کا ثبوت ہی کیا۔ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْن. اُن کا اِدّعائے باطل تو اِسی قدر سے باطل ہوگیا۔ تُمہارا رب عَزَّوَجلَّ فرماتا ہے: قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ ''لاؤ اپنی بُرھان اگر سچے ہو''۔ اِس سے زیادہ کی ہمیں حاجت نہ تھی مگر بفضلہٖ تعالیٰ ہم اُن کی کَذّابی کا وہ روشن ثبوت دیں کہ ہر مسلمان پر اُن کا مُفتَری ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہوجائے۔ ثبوت بھی بِحَمْدِاللّٰہ تعالیٰ تحریری، وہ بھی چھپا ہوا، وہ بھی نہ آج کا، بلکہ سالہا سال کا، جن جن کی تکفیر کا اِتّہام علمائے اہلِ سنّت پر رکھا، اُن میں سب سے زیادہ گنجائش اگر ان صاحبوں کو ملتی تو اسمٰعیل دہلوی میں کہ بیشک علمائے اہلسنت نے اُس کے کلام میں بکثرت کلماتِ کُفریہ ثابت کئے اور شائع فرمائے، بایں ہمہ **اولاً**: ''سُبْحَانُ السُّبُوْحِ عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوْحٍ'' دیکھئے کہ بارِاوّل ۱۳۰۹ھ میں لکھنؤ ''مطبع انوارِ محمدی'' میں چھپا، جس میں بدلائلِ قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر پچھتر وجہ سے لزومِ کُفر ثابت کر کے صفحہ ۹۰ پر حکمِ اخیر یہی لکھا کہ ''علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صَواب ہے وَ ھُوَالْجَوَابُ وِ بِہٖ یُفْتٰی وَ عَلَیْہِ الْفَتْوٰی وَ ھُوَ الْمَذْھَبُ وَ عَلَیْہِ الْاِعْتِمَادُ وَ فِیْہِ السَّلَامَۃُ وَ فِیْہِ السَّدُّ'' یعنی ''یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت''۔ **ثانیاً**: ''اَلْکَوْکَبَۃُ الشَّھَابِیَۃُ فِیْ کُفْرِیَاتِ اَبِی الْوَھَابِیَۃِ'' دیکھئے، جو خاص اسمٰعیل دہلوی اور اُس کے متبعین ہی کے رد میں تصنیف ہوا، اور بارِاوّل شعبان ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا۔ جس میں نصوصِ جلیلۂ قرآنِ مجید واحادیثِ صحیحہ وتصریحاتِ ائمہ سے بحوالہ صفحات کتبِ معتمدہ اُس پر ستر ۷۰ر وجہ بلکہ زائد سے لزومِ کُفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا صفحہ ۶۳: ''ہمارے نزدیک مقامِ احتیاط میں اِکفار (یعنی کافر کہنے سے) کَفِّ لِسان (زبان روکنا) ماخوذ و مختار ومناسب، واللّٰہ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی اَعْلَمْ''۔ **ثالثاً**: ''سل السیوف الھندیہ علٰی کفریات بابالنجدیہ'' دیکھیے کہ

صفر ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد میں چھپا، اُس میں اسمٰعیل دہلوی اور اُس کے متبعین پر بوجوہِ قاہرہ لزومِ کفر کا ثبوت دے کر صفحہ ۲۱، ۲۲ پر لکھا: ''یہ حکمِ فقہی متعلق بہ کلماتِ سفہی تھا مگر اللہ تعالیٰ عزّوجلّ کی بے شمار رحمتیں، بے حد برکتیں، ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے۔ اس طائفہ کے پیر سے بات بات پر سچے مُسلمانوں کی نسبت حکمِ کفر و شرک سنتے ہیں، بایں ہمہ نہ شدتِ غضب دامنِ احتیاط ان کے ہاتھ سے چھُڑاتی ہے، نہ قوتِ اِنتقام حرکت میں آتی، وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لُزُوم و اِلتِزَام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلِمۂ کُفر ہونا اَور بات، اَور قائل کو کافِر مان لینا اَور بات، ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حُکمِ کفر جاری کرتے ڈریں گے، اھ مختصراً''۔ **رابعاً**: ''اِزَالَۃُ الْعَارِ بِحَجْرِ الْکَرَائِمِ عَنْ کِلَابِ النَّارِ'' دیکھئے کہ بارِ اوّل ۱۳۱۷ھ کو عظیم آباد میں چھپا، اُس میں صفحہ ۱۰ پر لکھا: ''ہم اس باب میں قولِ متکلمین اختیار کرتے ہیں، ان میں جو کسی ضروری دین کا مُنکِر نہیں، نہ ضروری دین کے کسی مُنکِر کو مسلمان کہتا ہے اُسے کافِر نہیں کہتے''۔

خامساً: اسمٰعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے، یہی دُشنامی لوگ، جن کے کفر پر اب فتویٰ دیا ہے جب تک ان کی صَرِیح دشنامیوں پر اطلاع نہ تھی، مسئلۂ امکانِ کذب کے باعث ان پر اٹھتر ۷۸ روجہ سے لزومِ کفر ثابت کر کے ''سُبْحَانَ السُّبُوْحِ'' میں بالآخر صفحہ ۸۰ رطبع اوّل پر یہی لکھا کہ: ''حاش للہ حاش للہِ ہزار ہزار بار حاش للہ، میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مُدَّعِیانِ جدید (گنگوہی و انبیٹھی اور اُن کے اذناب دیوبندی۔۱۲ کاتب عُفِی عَنْہ) کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ اُن کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اہلِ لاالٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہِ کفر، آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی۔ مسلمانو! مسلمانو! تمہیں اپنا دین

وایمان اورروزِ قِیامَت وحُضورِ بارگاہِ رحمٰن یاد دِلاکر اِستِفسار ہے کہ جس بندۂ خدا کی دربارۂ تکفیر یہ شدید احتیاط، یہ جلیل تصرِیحات اُس پر تکفیر، تکفیر کا اِفترا کتنی بے حیائی، کیسا ظلم، کتنی گھنونی، ناپاک بات۔ مگر محمد رَسُول صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں قطعاً حق فرماتے ہیں: ہیں اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ'' جب تجھے حیا نہ رہے تو جو چاہے کر''

بے حیا باش و آنچہ خواھی کن

مسلمانو! یہ روشن، ظاہر، واضح، قاہر عبارات تمہارے پیشِ نظر ہیں، جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو اُنیس سال ہوئے، اوران دُشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے ''المعتمد المستند'' چھپی۔ ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اوراللہ ورسول کے خوف کو سامنے رکھ کرانصاف کرو، یہ عبارتیں فقط اُن مُفتَریوں کا افترا ہی رَدّ نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور سے اُن کا صَرِیح کُفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا، جس میں اصلاً، اصلاً، ہرگز، ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو اِن کے اکابر پر ستر، ستر وجہ سے لزومِ کُفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ''ہمیں ہمارے نبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہلِ لاالٰہ الااللّٰہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہِ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل باقی نہ رہے''۔ یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دُشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی دُشنامیوں پر اطلاعِ یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتر وجہ سے بحکمِ فقہائے کِرام لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ''ہزار ہزار بار حاش لِلّٰہ، میں ہرگز انکی تکفیر پسند نہیں کرتا''۔ جب کیا اُن سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی؟ جب اُن سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ حاش لِلّٰہ مُسلمانوں کا عَلاقہ مَحَبّت وعداوت، صرف مَحَبّت وعداوتِ خدا ورَسُول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر (۱) نہ ہوئی یا اللہ ورَسُول کی

جناب میں ان کی دشنام (۲) نہ دیکھی سُنی تھی، اُس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً اُن کا ساتھ نہ دیا اور متکلمینِ عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صَرِیح انکارِ ضروریاتِ دین ودشنام دہی ربّ العلمین وسیدالمرسلین صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمۂ دین کی تصریحیں سُن چکے کہ مَن شَکَّ فِی عَذَابِہ وَکُفرِہ فَقَد کَفَرَ ''جو ایسے کے معذّب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے''۔ اپنا اور اپنے بھائیوں عوام اہلِ اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا، لاجَرم حکمِ کفر دیا اور شائع کیا۔ وَذٰلِکَ جَزَاءُ الظّٰلِمِیْن''۔

حواشی

(۱) جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں ان کی سخت گالی ۱۳۱۹ھ میں چھپی، اس سے پہلے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وہ تھا کہ مجلسِ میلادِ مبارک وقیام میں شریکِ اہلِ اسلام ہوتے۔ ۱۲ کاتب عُفِیَ عَنہ

(۲) جیسے گنگوہی صاحب وانبیٹھی صاحب کہ ان کے اتنے قول کی نسبت میرٹھ سے سوال آیا تھا کہ خدا جھوٹا ہوسکتا ہے۔ اُس کے بعد معلوم ہوا کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتاتے ہیں۔ پھر گنگوہی صاحب کا وہ فتویٰ کہ خدا جھوٹا ہے جو اُسے جھوٹا کہے مسلمان سنّی صالح ہے۔ جب چھپا، نظر سے گزرا، کمال احتیاط یہ کہ دوسروں کا چھپوایا ہوا تھا اُس پر وہ تیقن نہ کیا جس کی بِنا پر تکفیر ہو، جب وہ اصلی فتوی گنگوہی صاحب کا مُہری دستخطی خود آنکھوں سے دیکھا اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی صاحب نے سکوت کیا تو اُس کے صدق پر اعتبار کافی ہوا۔ یونہی قادیانی دجال کی کتابیں جب تک آپ نہ دیکھیں اُس کی تکفیر پر جزم (یقین) نہ کیا، جب تک صرف مہدی یا مثیلِ مسیح بننے کی خبر سُنی تھی، جس نے دریافت کیا اتنا ہی کہا کہ کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب امرتسر سے ایک فتوی اُس کی تکفیر کا آیا جس میں اُس کی کفریہ عبارتیں بحوالہ صفحات منقول تھیں۔ اُس پر بھی اتنا لکھا کہ ''اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو وہ یقیناً کافر''۔ دیکھو رسالہ ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' صفحہ ۱۸۔ ہاں جب اُس کی کتابیں بچشمِ خود دیکھیں اُس کے کافر مُرتد ہونے کا قطعی حکم دیا۔ ۱۲ کاتب عُفِیَ عَنہُ''

(تمہید ایمان مع خلاصہ فوائدِ فتاویٰ صفحہ ۴۱ تا ۴۴ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، واقع بریلی)

پردہ، اسلام اور عورت

از:-مولانا محمد برھان الحق جلالی (جہلم) پاکستان

آج ہر روز اخبارات عصمت فروشی کے واقعات سے بھرے ہوتے ہیں کہ آج فلاں علاقہ میں عصمت فروشی کا واقعہ رونما ہو گیا، پولیس مصروف تفتیش ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کی خبریں اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

قارئین گرامی!

اس طرح کے واقعات رونما ہونے کے بعد تو ہماری آنکھ کھلتی ہے۔ تو اس سے بہتر ہوگا کہ ہم اس طرح کے واقعات ہونے کی جو وجہ ہے اس کو جان کر ہم اسکا سد باب کریں تا کہ اس طرح کے واقعات دوبارہ رونما نہ ہونے پائیں۔ مگر اب روشن خیالی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ ہر طرف حیاء اور غیرت کا جنازہ نکالا جا رہا ہے۔ بہر حال المختصر ان عصمت فروشی کے واقعات کا سد باب نہیں کیا جا رہا۔ اس قسم کے واقعات کی وجہ صرف بے پردگی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

فیشن کی چلی کچھ ایسی ہوا
کہ عورت کے رخ سے پردہ اٹھ گیا

ہمارے اندر غیرت ختم ہو چکی ہے اور حیاء بھی ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے اسلاف میں ہمارے آباؤ اجداد میں جو غیرت شرم و حیاء تھی۔ اب وہ ہمارے اندر دم توڑ چکی ہے۔ اب ہر طرف بے حیائی و بے شرمی کا دور دورہ ہے۔ آج دنیائے اسلام کے ہر کوچے ہر گلی میں سینما گھر بن گئے ہیں۔ آج وہی نوجوان جو کل تک تلاوت قرآن کرتے تھے۔ وہ ہر وقت گانا گانے، موسیقی، لہو ولعب، سینماء بینی میں مصروف نظر آتا ہے۔ ہم نے اپنی اسلامی تہذیب وتمدن کو بھلا دیا ہے۔ اسلامی شکل وصورت کو چھوڑ کر اغیار کی شکل وصورت کو اپنا لیا ہے۔

بقول ڈاکٹر اقبال:

وضع میں تم نصاریٰ تو تمدن میں تم ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

آج مغربی استعمار کی آزاد خیالی، مادہ پرستی، عریانی وفحاشی کے طوفان پرنٹ میڈیا اور آن دی میڈیا کی سحر انگیزی اور دل فریبی کی یلغار نے اسلامی ورثہ کو بڑا متاثر کیا ہے۔ اور ڈرامہ کلچر اور فلمی کلچر نے رہی سہی کسر نکال دی ہے۔ جتنی بے حیائی وفحاشی الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا پھیلا رہا ہے۔ اس کی حد نہیں۔

آج ہر طرف عورت ماڈرن لباس پہنے نظر آتی ہے۔ آج ہر طرف عورت باریک لباس پہن کر برہنہ پھرتی نظر آئے گی۔ اور بے شرم و بے حیاء لڑکیاں، بے حیاء لڑکوں کے ساتھ موٹر سائیکلوں پر بیٹھ کر گشت کرتی ہیں۔

جب کبھی غیرت انسان کا سوال آتا ہے
اے فاطمہ مجھے تیرے پردے کا خیال آتا ہے

آیئے دیکھیں کہ اسلام پردہ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

پہلے آیات قرآنی کو دیکھتے ہیں۔

آیات مبارکہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

1: واذاسأ لتموهن متاعا فسئلوهن من وراء حجاب۔

(پارہ22،سورہ احزاب،آیت نمبر53)

اے ماہ نبوت کے پروانوں: اگر تمہیں اپنے محبوب کے اہل خانہ سے کوئی چیز مانگنی ہی پڑے تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۔

اس آیت میں اگرچہ یہ الفاظ خاص امھات المومنین کے لیے ہیں۔تاہم دلالت کے اعتبار سے یہ احکام تمام عورتوں کے لیے ہیں۔مفسرین کرام کہتے ہیں کہ،کسی آیت کا شان نزول خاص اور اس کا حکم عام ہوتا ہے۔

اب پردہ کا حکم نص قطعی سے ثابت ہوگیا۔

دوسری آیت کریمہ:

2: یایھاالذین امنوا لاتدخلوابیوت النبی الا ان یوذن لکم۔

(پارہ22،سورہ احزاب آیت نمبر53)

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں نہ داخل ھونا مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے۔

3: ولا یضربن بارجلھن۔

(پارہ18،سور؟النور،آیت نمبر31)

وہ عورتیں جنہوں نے پازیب پہنی ہوئی ہوں وہ زوردار طریقے سے پاؤں زمین پر نہ ماریں۔

4: یایھا الذین امنوا لاتد خلوا بیوتا غیر بیوتکم۔

(پارہ18،سور؟النور،آیت نمبر27)

اے ایمان والو!اپنے گھروں کے علاوہ اور گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔

5: یـایھـاالنبی قل لازواجك وبنتك ونسآء المومنین ید نین علیھن من جلابیبھن۔

اے غیب داں نبی! آپ اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ اپنے اوپر چادر یا برقعہ ڈال دیا کریں۔

یہ چند آیات مبارکہ تھیں اس کے علاوہ اور بھی آیات مبارکہ ہیں کہ جن میں پردہ کا حکم ہے۔بہرحال اب ہم احادیث نبویہ کی طرف آتے ہیں۔کہ احادیث مبارکہ اس بارے میں کیا کہتی ہیں؟

احادیث نبویہ

1:فرمان نبوی ہے۔الحیاء من الایمان۔

حیاءایمان سے ہے۔

(ابوداود،جلد دوم،صفحہ 305،مطبوعہ مجتبائی کتب خانہ)،(بخاری شریف،جلد دوم،صفحہ 903،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

2:حیاء خیر کو لاتی ہے۔

(صحیح بخاری شریف،جلد دوم،صفحہ 903 مطبوعہ قدیمی)

3:حیاء زینت ہے۔

(کشف الخفاء للعجلونی،حدیث 2244)

اسلام میں عورت کے بارے میں اتنی احتیاط ہے کہ حدیث نبوی ہے۔

4:حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جن کے شوہر گھر پر نہ ہوں ان عورتوں پر داخل نہ ہو۔کیونکہ شیطان تمہارے خون میں گردش کرتا ہے۔

(ترمذی شریف جلداول صفحہ 140 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ)

وہ عورتیں جو زیب وزینت کر کے نکلتی ہیں ان کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔

5:حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کا زیب وزینت کر کے نکلنا ان کی مثال قیامت میں ایسی ہے جس کے لئے کوئی نور نہ ہوگا۔

(ترمذی شریف۔جلداول۔صفحہ 139 مطبوعہ ایضا)

6:حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک وہ عورت جو خوشبو لگا کر مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔

(ترمذی شریف،جلد4۔صفحہ 321 حدیث 2795 دارالفکر)

مفسر قرآن حضور حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں اس حدیث کے تحت کہ: کیونکہ وہ خوشبو کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے کیونکہ زنا حرام ہے لہٰذا اسباب زنا بھی حرام ہیں۔

(مراۃ المناجیح جلد دوم صفحہ 171 ضیاء القرآن)

7:حضور ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں ایک زنا کے ظاہر ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔

(مسلم شریف،جلدص340 قدیمی)

8:آقا کریم ﷺ نے دیور سے بھی پردہ لازمی قرار دیا ہے۔

(صحیح مسلم شریف،حدیث نمبر 3307)

9:حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا عورت سراپا شرم کی چیز ہے سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔

(جامع ترمذی حدیث نمبر 2305)

10:ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔یہ اس وقت کی بات ہے جب پردے کا حکم ہو چکا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان سے پردہ کرو۔میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! یہ نابینا ہیں ہمیں یہ نہ دیکھ رہے ہیں اور نہ کوئی ہم کلامی ہے۔یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟

(جامع ترمذی،جلد4،صفحہ 356،حدیث نمبر 2787،دارالفکر بیروت)

اب ایک صحابی رسول کی غیرت کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو السائب فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان صحابی رسول کی نئی نئی شادی ہوئی تھی ایک بار جب وہ اپنے گھر تشریف لائے تو یہ دیکھ کر انہیں بڑی غیرت آئی کہ ان کی دلہن گھر کے

دروازے پر کھڑی تھی۔ مارے جلال کے نیزہ تان کر اپنی دلہن کی طرف لپکے۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئیں اور رو کر پکاریں اے میرے سرتاج! مجھے مت ماریئے میں بے قصور ہوں۔ ذرا اندر جا کر دیکھیں کہ مجھے کس چیز نے باہر نکالا ہے؟ چنانچہ جب وہ صحابی اندر تشریف لے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خطرناک سانپ کنڈلی مار کر بیٹھا ہے۔ تو آپ نے زوردار وار کر کے سانپ کو زخمی کر دیا سانپ نے آپ کو ڈس لیا سانپ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ وہ صحابی اس سانپ کے زہر سے فوت ہو گئے۔

(ابوداود، جلد 4، صفحہ 465 حدیث نمبر 5257، دارالحیاء بیروت)

ہم نے صحابی رسول کی غیرت کا واقعہ ملاحظہ کیا۔ انہوں نے اپنی بیوی کا گھر کے دروازے پر کھڑا ہونا بھی برداشت نہ کیا اور آج ہم ہیں کہ ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں، بازاروں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا تھا کہ

بے پردہ مجھ کو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں ''غیرت قومی'' سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کدھر گیا
کہنے لگیں کہ "عقل" پہ مردوں کے پڑ گیا

(اسلامی زندگی، ص 93)

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں کی زیب وزینت دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے تو عورتوں کا مسجد میں آنا بند کر دیتے۔

(مسلم شریف، جلد اول۔ کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 903)

حضرت علامہ ابن حجر مکی ہیتمی نقل فرماتے ہیں۔ معراج کی رات سرور کائنات شاہ موجودات نے جو بعض عورتوں کے عذاب کے ہولناک مناظر ملاحظہ فرمائے تو ان میں یہ بھی تھا کہ ایک عورت بالوں سے لٹکی ہوئی تھی اس کا دماغ کھول رہا تھا۔ سرکار کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہ عورت اپنے بالوں کو غیر مردوں سے نہیں چھپاتی تھی۔

(الزواجر جلد 2، ص 97۔98، دارالمعرفہ بیروت)

باحیاء و باشرم ماں کا واقعہ: حضرت ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا پردہ کیے منہ پر نقاب ڈالے اپنے شہید بیٹے کی معلومات حاصل کرنے کے لیے بارگاہ نبوت میں آئیں تو کسی نے کہا کہ آپ اس حالت میں اپنے بیٹے کی معلومات لینے آئیں ہیں کہ آپ کے چہرے پر نقاب ہے؟ وہ فرمانے لگیں! اگر میرا بیٹا جاتا رہا تو کیا ہوا میری حیاء تو نہیں گئی۔ (سبحان اللہ!)

(سنن ابوداود، جلد، ص 9، حدیث نمبر 2488، دارالحیاء بیروت)

میری معزز ماؤں بہنو! حضرت ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان میں ہمارے لیے بہت سبق ہے اگر غور کیا جائے تو۔

زیب وزینت کرنے والیوں کیلئے گڑھا:

سرکار کون ومکاں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کچھ لوگ ایسے دیکھے جن کی کھالیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھیں۔ میرے استفسار پر بتایا گیا (آپ کا پوچھنا تعلیم امت کے لیے تھا

ورنہ آپ کو کس چیز کا علم نہیں) یہ وہ لوگ ہیں جو ناجائز اشیاء سے زینت حاصل کرتے تھے اور میں نے ایک گڑھا دیکھا جس سے چیخ وپکار کی آواز آرہی تھی میرے دریافت کرنے پر بتایا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جو ناجائز اشیاء کے ذریعے زینت کیا کرتی تھیں۔

(تاریخ بغداد، جلد 1 ص415)

یادرہے کہ آجکل عورتیں مردوں (نامحرموں) کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر نکلتی ہیں اور بے حیائی پھیلاتی ہیں اور ہماری مائیں، بہنیں کچھ نام نہاد پیروں (جو شریعت سے نابلد ہوتے ہیں) کے ہاتھوں میں ہاتھ دیتی ہیں اور انکے پاؤں دباتی ہیں ان کے ہاتھ دباتی ہیں یہ سب حرام ہے۔

آقا کریم ﷺ کا بیعت لینا: آقا کریم ﷺ عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے بغیر فقط زبان سے بیعت لیتے تھے۔

(بہار شریعت، حصہ 16، ص78)

مرد اور عورت آپس میں ہاتھ نہیں ملا سکتے۔ آجکل پارکوں میں، شاپنگ سینٹروں میں، کالجوں میں، سوئمنگ پولوں میں، کلبوں میں مرد وعورت ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر، بغلوں میں بغلیں ڈال کر پھرتے ہیں یہ سب حرام ہے۔

سر میں کیل کا ٹھونکا جانا بہتر: آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کسی کے سر میں کیل ٹھونک دیا جانا بہتر ہے اس سے کہ کسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں۔

(المعجم الکبیر جلد 35، ص212، حدیث نمبر 487)

آجکل بے پردگی کی جو خرابیاں سامنے آرہی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں کچھ خرابیاں میں حسب ذیل درج کیے دیتا ہوں۔

1۔عورتوں کا بالکل باریک لباس پہننا اور نیم برہنہ حالت میں ہونا۔

2۔عورتوں کا رقص کرنا اور مردوں کے ساتھ رقص کرنا یہ مکروہ ترین حرام کام ہے۔

3۔ساحل سمندر پر اور دریاؤں اور نہروں کے کنارے پر مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر پھرنا خوش گپیوں میں مشغول ہونا۔

4۔بیویوں کا خاوندوں پر حکم چلانا انکو اپنے ماتحت کرنا۔

5۔ٹرین، ہوائی جہاز میں بے پردگی کے ساتھ اجنبی مردوں کے ساتھ سفر کرنا۔

6۔کلبوں میں جانا سینماؤں میں جانا۔

7۔عورتوں کا بطور سوسائٹی گرل مخرب اخلاق کاموں میں مشغول رہنا

8۔اجنبی مردوں کے ساتھ کھیل کھیلنا۔

9۔دوپٹہ کو بطور اسکارف استعمال کرنا۔

10۔عورتوں کا خوشبو وغیرہ لگا کر بازاروں میں جانا وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال اس کے علاوہ اور بہت سی خرافات، خرابیاں بے حیائی وفحاشی وعریانی کے کام اسلامی ممالک میں بھی ہو رہے ہیں ان ملکوں کی حکومتوں کا فرض ہے کہ ان کا سدباب کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسوۂ رسول ﷺ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ بے حیائی وفحاشی کو روکنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

☆

طلاق یا طلاق ثلٰثہ کے بے جا استعمال سے بچنے کی سات عملی تدبیریں!

از:- مفتی محمد علی قاضی، جمالی، ایم اے

طلاق ثلٰثہ حکم نہیں بلکہ ایک ناگہانی ضرورت ہے!

(Triple talaq is not a ruling but an option to be used in case of emergency)

طلاق بذات خود ایک ضرورت ہے اور ضرورتاً ہی اس کے استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اور جہاں تک طلاق ثلٰثہ کا سوال ہے وہ تو ہرگز ہرگز استعمال کی چیز نہیں بلکہ اضطراری صورتحال میں اور ناگہانی ضرورت پر زوجین کے مابین واقع دفع نزع، انسداد ظلم اور مظلوم کی دادرسی ونفع رسانی کی خاطر فوری چارہ جوئی کی ایک پرامن سبیل ہے۔اس مسئلے کو ہم ایک مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔جب شہروں میں فرقہ وارانہ فسادات واقع ہوجاتے ہیں تو نظم وضبط کا محکمہ (Law&Order Agency) حرکت میں آجاتا ہے۔شہر میں حالات اگر صرف کشیدہ ہیں تو ابتدائی تادیبی کاروائی کرتے ہوئے دفعہ 144 کا حکم جاری کردیا جاتا ہے۔مگر جب حالات بے قابو ہوجاتے ہیں تو پھر کرفیو (Cufew) لگادیا جاتا ہے کہ ہرگز کوئی باہر نظر نہ آئے۔اور جب حالات اس حد تک سنگین ہوجاتے ہیں کہ دفعہ 144 اور کرفیو یعنی خانہ بندی کا نفاذ بھی موثر ثابت نہ ہو تو پھر حکومت دیکھتے ہی گولی ماردینے (Shoot at site) کا حکم جاری کردیتی ہے۔کسی کو گولی مار کر ہلاک کردینا انصاف نہیں ہے بلکہ محض ظلم ہے حتی کہ ظالم کو بھی دیکھتے ہی ماردینا انصاف کا تقاضہ نہیں بلکہ آج کی مہذب دنیا میں یہ ایک فعلِ سفا کی ہے۔مگر حکومت نہ چاہتے ہوئے بھی ایسا کرنے پر مجبور ہے ورنہ شہر کے شہر تباہی وبربادی اور موت وہلاکت کے ننگے ناچ میں تبدیل ہوجائیں گے۔اب اِس پر کیا کسی کو یہ سوچنے کا حق دیا جائے گا کہ دیکھتے ہی گولی ماردینے کا حکومت کا یہ فرمان سراسر ناانصافی ہے اور بے گناہوں کے ساتھ ظلم وناانصافی ہے۔ہرگز نہیں! کیونکہ انسانی آبادیوں کو پرامن رکھنا اور ان کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنا ہی حکومت کا اولین فریضہ ہے۔اسی طرح مریض کے علاج میں ڈاکٹر پہلے صرف دوائیوں سے کام چلاتا ہے مگر جب مرض شدت اختیار کرلیتا ہے تو وہ انجکشن کا استعمال کرتا ہے اور جب مرض مریض کے لئے موجبِ ہلاکت اور جان واعضاء کے لئے تلف کا یقینی خطرہ بن جاتا ہے تو پھر ڈاکٹر مریض کو آپریشن کی تجویز پیش کرتا ہے۔علاجِ مرض اور صحتِ مریض کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر کی آپریشن کی اِس تجویز کو کیا کوئی عقلمند چیلنج کرنے کی جرأت کرے گا؟ ہرگز ہرگز نہیں! کیوں؟ بات صاف ہے کہ ڈاکٹر مریض کا دشمن نہیں ہے بلکہ وہ مرض کا مخالف ہے اور مرض کا خاتمہ ہی مریض کے حق میں عین انصاف ہے اور سراسر خیر خواہی۔

ہمیں امید ہے کہ مذکورہ بالا وضاحت انصاف پسند اور مثبت سوچ رکھنے والوں کے لئے طلاق اور طلاق ثلٰثہ کے شرعی مسئلہ کو سمجھنے میں ممد ومعین ثابت ہوگی۔

طلاق کی ضرورت: ایک شخص نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح دوسرے شخص کی دو بیٹوں سے کیا۔ دوسرے روز دعوت ولیمہ میں علماء کو بھی مدعو کیا۔ حضرت امام اعظم بھی تشریف لے گئے۔ ان بیٹوں کا باپ پریشانی کے عالم میں گھر سے نکلا۔ عرض کرنے لگا ہم لوگ بڑی مصیبت میں پڑ گئے۔ رات غلطی سے دلہنیں بدل گئیں۔ بڑے کی دلہن چھوٹے کے کمرے میں اور چھوٹے کی دلہن بڑے کے کمرے میں پہنچ گئی۔ صبح ہوئی تو اس غلطی کا علم ہوا۔ فرمایئے کہ اب کیا ہو؟ حضرت سفیان نے کہا کوئی بات نہیں یہ وطی بالشبہ ہے دونوں بھائیوں پر صحبت کی وجہ سے مہر واجب ہو گیا اور آج دونوں اپنے اپنے شوہروں کے پاس چلی جائیں۔ حضرت امام صاحب خاموش تھے، پھر امام صاحب سے کہا آپ فرمایئے۔ سفیان نے کہا اس کے سوا اور کیا کہیں گے؟ امام صاحب نے فرمایا میرے پاس دونوں لڑکوں کو بلا لاؤ۔ دونوں لڑکے لائے گئے آپ نے ہر ایک سے پوچھا رات میں تم جس عورت کے ساتھ رہے وہ تمہیں پسند ہے؟ دونوں نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا تم دونوں اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دو اور جس کے پاس جو عورت سوئی ہے وہ اسی کے ساتھ شادی کر لے۔ چنانچہ ان دونوں نے اسی جگہ اپنی اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ چونکہ اپنی بیوی سے کسی نے بھی صحبت نہ کی تھی اس لئے عدت تو ان پر واجب ہی نہ تھی اس لئے وہیں اس کا نکاح بھی ہو گیا۔

(سچی حکایات بحوالہ جواہر البیان)۔

امام صاحب کی دانائی و دور اندیشی سے یہ انتہائی مشکل و پیچیدہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اس واقعے سے جہاں بعجلت نفاذِ طلاق کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے وہیں سخت شرعی تقاضوں کے تحت فوری طور پر تفریق کے لئے طلاق کی اہمیت بھی واضح ہوتی نظر آتی ہے۔

طلاق یا طلاق ثلٰثہ کے بے جا استعمال سے بچنے کی سات عملی تدبیریں:

☆ اولاً محفل نکاح میں قاضی نکاح یا مجلس نکاح میں موجود کوئی عالم دین دس سے پندرہ منٹ تک یا وقت کی گنجائش کے ساتھ ازدواجی زندگی کے خوشگوار سماجی و شرعی اثرات و ثمرات اور اس کے آداب و حقوق کے ساتھ ساتھ طلاق و خلع کے احکامات اور ان کے نقصانات سے نوجوان جوڑوں اور حاضرین نکاح کو ضرور بضرور آگاہ و باخبر کرے۔

☆ دوم نکاح میں مہر کی رقم اتنی فکس کی جائے کہ لڑکے یا لڑکے والوں کی جانب سے جوڑے کی رقم کا مطالبہ سرد پڑ جائے یا اُس کی ہوس کم ہو جائے اور مہر کی رقم کو دیکھ کر طلاق دینے سے پہلے مرد دس بار سوچنے پر مجبور ہو جائے۔

☆ سوم عقد ثانی سے قبل زوج اور مطلقہ یا خلع یافتہ کے وارثین اور عاقدین کے محلوں کی جماعتیں ایک مضبوط عدالتی تحریر کی شرط لگا دیں کہ عقدِ اول کے بعد طلاق یا خلع یا تفریق خالص شرعی، جائز و معقول وجہ یا وجوہات کی بنا پر ہوئی تھی۔ طلاق، خلع یا تفریق بین العاقدین قاضی شرع کے ذریعہ یا کسی مستند و ماہر عالم دین کی سرپرستی میں زوجین کے سرپرستوں، جانبین کے محلے کی جماعتوں کی موجودگی میں بعد تحقیقِ کامل کے وقوع پذیر ہوئی ہے اور مطلقہ یا خلع یافتہ کے اور نیز شوہر کے ایک دوسرے پر عائد جملہ حقوق خصوصاً مالی حقوق مثلاً مہر کی رقم اور عدت کا خرچہ وغیرہ کما حقہ ادا ہو چکے ہیں۔

☆ چہارم بے وجہ شرعی طلاق دے کر عورت کو چھوڑنے یا تین طلاق

کی صورت میں عدت کی رقم اور دیگر شرعی حقوق کے علاوہ دونوں جانب کے ذمہ داران اور اہل جماعت خالصۃً للہ مظلومہ ومطلقہ کی تالیف قلب اوراس کی خیرخواہی واعانت کی نیت سے ایک معقول رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری کسی مسلم تنظیم کے حوالہ کر دیں یا اپنے ذمہ لے لیں تاکہ مطلقہ عورت کا گزارہ آسان ہو سکے۔

☆ پنجم بے وجہ طلاق کی صورت میں لڑکے کے والدین یا سرپرست حضرات کو بھی اپنی اخلاقی وسماجی ذمہ داری نبھانے کا پابند کیا جائے جس طرح اپنے لڑکے کے لئے رشتہ تلاش کرنے کے دوران وہ لڑکی والوں پر دباؤ بناتے تھے، نکاح کے وقت بڑھ چڑھ کر اپنا حق جتاتے تھے اور محفل نکاح میں خوشیوں کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔اب جب کہ لڑکی پر افتاد پڑی ہے تو سارے گدھے کے سینگ کی طرح غائب ہو گئے ہیں۔اور لڑکی والے ہیں کہ داد وفریاد کے لئے دردر کی ٹھوکر کھا رہے ہیں۔ایسا نہ کر کے دونوں طرف کے لوگ اس مطلقہ کے لئے کوئی بہتر رشتہ تلاش کریں۔

☆ ششم بے وجہ طلاق دے کر اپنی بیوی کو چھوڑنے والے یا بے وجہ شرعی طلاق ثلٰثہ دینے والے کی سماج اور معاشرہ میں خوب تشہیر کی جائے تاکہ لوگ اُسے پہچانیں اور دوبارہ اپنی بہن بیٹی کو دینے سے پہلے خوب اچھی طرح اُس کے اخلاق وکردار کو جانچ لیں تب رشتہ دینے کا فیصلہ کریں۔

☆ ہفتم طلاق ایک ناگہانی ضرورت ہے۔خالص شرعی تقاضوں کے تحت ناگہانی حالات ہی میں اس کے استعمال کا حکم ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔اب اگر کوئی عقد ثانی کی نیت سے یا اپنی عورت کو چھوڑنے اور اُسے پریشان کرنے کی غرض سے یا نادانی وجہالت میں طلاق یا طلاق ثلٰثہ کا استعمال کرتا ہے تو بلاشبہ وہ شریعت وسماج دونوں کی نگاہ میں مجرم ہے اور مجرم کو سزا ملنی ہی چاہیئے۔اب چونکہ سزا دینا حکومت اسلامی میں عدالت شرعیہ کا کام ہے۔ہمارے دیش میں دستوری و قانونی نکتۂ نظر سے دونوں کی گنجائش نہیں ہے۔کیونکہ یہ ایک سیکولر ملک ہے اور اس ملک کی موجودہ کچہریوں کے فیصلوں سے انکار قانون کی خلاف ورزی اور ملک سے غداری کے مترادف وہم معنی ہوگا اس لئے ہم بذات خود تو کسی کو سزا نہیں دے سکتے البتہ اتنا کیا جا سکتا ہے کہ جو کھلّم کھلا اسلامی شریعت کا مذاق اُڑائے یا بغیر کسی وجہ کہ ایک ساتھ تین طلاق دے دے اس کی عبرت کے لئے کوئی سبق آموز طریقہ اختیار کیا جائے۔اس کے ساتھ ہی جگہ جگہ تحریکیں چلا کر اور منظّم طور پر عوام کو نکاح وطلاق کے مسائل سے آگاہ کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ اسلام میں طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کن حالات میں طلاق دی جا سکتی ہے؟ بیوی سے علیحدگی اختیار کرنے کے لیے تین طلاق کا دینا ہی ضروری نہیں بلکہ یہ علیحدگی ایک بار طلاق دینے سے بھی ہو سکتی ہے نیز ایک طلاق دینے سے کیا فائدہ ہوگا اور تین طلاقیں دینے سے کیا نقصان ہوگا اس پر بھی بھرپور انداز میں روشنی ڈالی جانا ضروری ہے۔ہر جلسہ میں مقررین کو اپنے اوپر یہ لازم کر لینا چاہیئے کہ خواہ داد ملے یا نہ ملے مگر ہمیں ہر حال میں بیس منٹ طلاق کے عنوان پر ضرور تقریر کرنا ہے اور لوگوں کو بتانا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے کس قدر نقصان ہوتا ہے۔غصہ اتر جانے پر پچھتاوے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا اس کے برخلاف اگر ایک طلاق بھی ہوتی تو عدت میں رجوع اور بعد عدت صرف نکاح کے ذریعہ دوبارہ اس سے رشتہ ہموار کیا جا سکتا ہے۔

ہندوستان میں عربی زبان-نشأۃ وترقی

از:-انصاری یاسر، ریسرچ اسکالر جامعہ دارالہدی الاسلامیہ، کیرلا

یہ بات تو مسلم ہے کہ چھٹی صدی ہجری سے ہی اسلام کی نوری کرن، ہندوستان کے چپے چپے کو روشن کر چکی تھی۔ ہندوستان، اسلام جیسے عظیم مذہب سے سرشار ہو چکا تھا اور ہر طرف اسی کا گن گایا جا رہا تھا۔ چھٹی صدی ہجری سے اب تک ہندوستان کے علماء نے عربی زبان میں وہ خدمات انجام دی ہیں کہ ان کو سطور میں اتارنا ممکن ہی نہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلام اور عربی زبان کی ترقی اور عروج میں صرف کر دی جس کی دو خاص وجہیں تھیں۔

(۱) پہلی تو یہ کہ اسلامی علوم وفنون کی ساری کتابیں صرف اور صرف عربی زبان ہی میں دستیاب تھیں۔

(۲) اور دوسری وجہ یہ کہ ان علماء کو عربی زبان میں وہ چاشنی نظر آئی کہ ان علماء نے فارسی اور عوامی زبان تک کو ترک کر دیا۔ اگر چہ عربی زبان عرب کی پیداوار ہے مگر اس کے عروج وارتقاء میں ہندوستان کے علماء نے بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جن کا مختصر ذکر ہم آنے والی سطور میں قلمبند کریں گے۔

سب سے پہلے ان مشہور ومعروف خاندانوں کا ذکر ہوتا ہیں جنہوں نے اپنے قیمتی علمی اثاثے کو اپنے ذہنی نقوش سے قرطاس سطور پر نقل کیا۔ ان پیش رو خاندانوں میں ''فرنگی محلی'' خاندان کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے فنون اسلامیہ کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی بھی جاں فشاں خدمات انجام دیں اور اپنی حیات کو اسلام کیلئے نذر کر دیا۔ اس کے بعد جونپوری خاندان اور بدایونی، بریلوی اور خیرآبادی خاندان اور دہلوی (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) خاندان بھی قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے ہندوستان میں عربی زبان کی عروج وترقی میں سرتوڑ کوشش کی۔ اور عربی لغت میں وہ عظیم کارنامے انجام دیئے جو تمام ہندوستانیوں کے سر کو فخر سے بلند کرنے کیلئے کافی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی چند علماء نے مختلف علوم وفنون میں اپنے نقوش چھوڑے ہیں اور رہتی دنیا تک اپنا نام لوگوں کی زبان پر زندہ رکھا ہے۔

(۱) علم لغت میں **امام حسن بن محمد لاہوری الصغانی** کا ذکر سب سے پہلے آتا ہے۔ جنہوں نے اپنی قیمتی کتاب "العباب الزاخر" (۲۰/ جلدوں پر مشتمل) کو تصنیف فرمایا۔ یہ ہندوستان میں عربی زبان کے سب سے زیادہ ماہر اور اس زبان پر باکمال دسترس رکھتے تھے۔ جیسا کہ خود امام سیوطی نے اعتراف کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی علماء نے اس میدان میں قدم رکھا ہے۔ جن کے نام اور کتاب (کا نام) کچھ اس طرح ہے۔

(۲) قاضی کرامت حسن (کنتوری)، فقه اللسان کے مصنف

(۳) سید مرتضی حسین زبیدی، تاج العروس شرح القاموس کے مصنف۔

(۴) حمید الدین فراہی، جمهرة البلاغة کے مصنف۔

اس کے بعد فقہ کے میدان میں جن لوگوں نے اپنی خدمات

پیش کیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) الفتاوی الہندیۃ، یہ کتاب ''فتاوی عالمگیری'' کے نام سے بھی مشہور ہے کیونکہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے اپنے زیرِ نظر ۵۰/اور ایک روایت کے مطابق ۳۰۰/علماء ہند کے ذریعہ یہ خدمت انجام دی جن کے رئیس نظام الدین برہانپوری تھے۔ یہ فقہ حنفی پر فتاوی کا ذخیرہ ہے۔

(۲) فتح المعین، امام زین الدین مخدوم صغیر نے شافعی فقہ پر لکھی ہے۔ اور یہ کتاب مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ تمام جدید مسائل کو بھی سمیٹے ہوئے ہے۔

(۳) جدالممتار، یہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا حاشیہ ہے جو آپ نے عربی زبان میں تحریر فرمایا، اس کے علاوہ آپ کے عربی زبان میں مشہور قصائد بھی ہیں اور دیگر تحریریں بھی۔

علم اصول فقہ میں چند کتابیں:

(۱) مسلم الثبوت، حضرت محبّ اللہ بن عبدالشکور بہاری نے لکھی ہے۔ اگرچہ یہ کتاب اصول فقہ کی ہے مگر منطقی بحوث سے بھری پڑی ہے۔

(۲) نور الانوار فی شرح المنار، امام احمد ملا جیون نے مکہ معظّمہ میں چند دوستوں کی فرمائش میں پورے ۲/ماہ میں لکھی اور یہ کتاب بہت سلیس اور سہل الفہم عربی میں لکھی گئی ہے۔

(۳) مصباح الدجی، یہ کتاب علامہ عبدالحی لکھنوی کی تصنیف شدہ ہے۔ اس کتاب کے علاوہ بھی انہوں نے فقہ واصول فقہ پر قیمتی اثاثہ چھوڑا ہے جن میں سے چند السعایۃ فی شرح الوقایۃ اور الفوائد البھیۃ وغیرہا ہیں۔

علم حدیث میں جو خدمات ہندوستان کے علماء نے انجام دیں، شاید ہی ان دقیق علم پر کسی اور نے بھی کچھ لکھا ہو۔ اس فن میں ہندوستان کے علماء کو یدِ طولی حاصل ہے۔ ان میں سے چند نادر کتابیں:

(۱) مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار، اس کتاب کے مصنف محمد طاہر فتنی (پٹنی: گجرات میں ایک جگہ کا نام پٹن ہے)۔

اس کے علاوہ ہندوستانی علماء نے عربی زبان میں فنِ تفسیر کی بھی بہت سی کتابیں تصنیف فرما کر اس زبان کی خدمت انجام دی جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سواطع الالہام، یہ تفسیر ابوالفیض بن مبارک ناگوری الہ آبادی کی ہے اور بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس تفسیر میں ایک بھی نقطہ والا حرف نہیں ہے مثلاً اگر کوئی سورہ مکی ہے تو اس کو ''ام الحرم'' سے تعبیر کیا ہے اور اگر مدنی ہے تو ''**مصر الرسول**'' سے تعبیر کیا ہے۔ اسی طرح جگہ جگہ پر آپ کو عجائب نظر آئیں گے۔

(۲) التفسیر المظہری، یہ تفسیر شیخ ثناء اللہ پانی پتی کی ہے جن کو ''**بیھقی الھند**'' سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

(۳) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیف۔

(۴) التفسیرات الاحمدیۃ فی بیان الآیات الشرعیۃ، یہ حضرت احمد ملا جیون کی تصنیف ہے اور اس تفسیر میں صرف فقہی مسائل سے متعلق ۵۰۰/آیات کی تفسیر موجود ہے جس کو مصنف (احمد ملا جیون) نے ۱۶/سال کی عمر میں شروع کیا اور ۲۱/سال کی عمر تک سلیس عربی زبان میں مکمل کر دیا۔

مختلف فنون میں علماء ہند کی (عربی زبان میں) خدمات۔

(۱) **علم النحو**:

۱۔تعلیق الفرائد، محمد بن ابوبکر بن عمر۔
اس کتاب کے بارے میں مشہور ہے کہ ہندوستان میں علم نحو پر لکھی جانی والی تمام تصنیفات میں سب سے پہلی تصنیف ہے مگر شیخ یوسف بن جمال کی ''شرح اللباب'' کا بھی اولیت میں ذکر آتا ہے۔
۲۔ الارشاد، قاضی شہاب الدین احمد بن عمر دولت آبادی کی تصنیف
۳۔ شرح المصباح، سعدالدین خیرآبادی کی تصنیف
۴۔شمس النحو، شمس الدین حیدرآبادی کی تصنیف
۵۔عین الہدی شرح قطر الندی، علم الدین قنوجی
۶۔الباکورۃ الشہیۃ فی شرح الالفیۃ، ظفر الدین لاہوری

(۲) علمِ صرف میں علماء ہند کی خدمات:
۱۔ میزان الصرف، وجیہ الدین عثمان بن حسین کی تصنیف
۲۔اصول الکبری، شیخ علی اکبرالہ آبادی کی تصنیف
۳۔شمس التصریف، شمس الدین حیدرآبادی کی تصنیف
۴۔ہدایۃ الصرف، عبدالعلی سہانوی کی تصنیف

(۳) علمِ لغۃ میں گراں قدر خدمات:
۱۔فقہ اللسان، کرامت حسین کنتوری کی تصنیف
۲۔المبتکر فی المؤنث والمذکر، ذوالفقار احمد مالوی کی تصنیف
۳۔نیل الارب، ظفر الدین بن امام الدین لاہوری کی تصنیف
۴۔معارف العرفان، قاضی ابراہیم بن فتح اللہ کی تصنیف

(٤) علمِ بلاغۃ میں قیمتی کتابیں:
۱۔ حاشیۃ علی المطول، حضرت وجیہ الدین علوی گجراتی کی تصنیف
۲۔المعول شرح المطول، نورالدین بن محمد گجراتی کی تصنیف
۳۔حدائق البیان، منور بن عبدالمجید لاہوری کی تصنیف
۴۔حدائق البلاغۃ، شمس الدین عباسی لاہوری کی تصنیف
۵۔سبحۃ المرجان، حضرت غلام علی آزاد بلگرامی حسان الہند کی تصنیف
۶۔میزان البلاغۃ، شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تصنیف

(۵) معاجم (Dictionaries)
(۱) ہندوستان میں سب سے پہلے اس فن میں قدم رکھنے والی شخصیت رضی الدین حسن بن محمد الصغانی کی ہے۔(جنکا ذکر پہلے آچکا ہے) ان کی چند کتابیں:
۱۔ اسماء الفار، ۲۔ اسماء الذنب، ۳۔ اسماء الاسد ۴۔ النوادر، ۵۔ مجمع البحرین (۱۰ جلد)، ۶۔العباب الذاخر (۲۰ جلد)
(۲) منتخب اللغات، عبدالرشید حسنی کی تصنیف
(۳) منتہی الادب فی لغات العرب، عبدالرحیم بن عبدالکریم کی تصنیف۔
(۴) تاج اللغات، مفتی اسماعیل بن وجیہ الدین کی تصنیف
(۵) تاج العروس، مرتضی زبیدی بلگرامی کی تصنیف
آخری صدی ہجری پہ نظر دوڑائیں تو دو خاندان قابلِ ذکر ملتے ہیں۔
(۱) پہلا بریلوی اور (۲) دوسرا بدایونی۔ اگر چہ ان دونوں خاندان کے نقوش پہلے سے ہی موجود ہیں مگر آخری صدی ہجری میں جو خدمات انجام دیں وہ عش عش کرنے کے قابل ہیں۔ بریلوی خاندان سے اعلیحضرت امام احمد رضا خان اور ان کے دونوں فرزندان ارجمند نے علومِ دینیہ کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی وہ بیش بہا خدمات دیں کہ جنہیں کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس خاندان کی عربی کتابوں میں "الدولۃ المکیہ"، "فتاویٰ الحرمین"، "المعتمدالمستند"، فقہ الفقیہ الفاھم" جیسی عربی کتابوں کے ساتھ عربی قصائد کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔

آوارہ وینا ملک مولانا طارق جمیل دیوبندی کی تیسری بیٹی.....!

از: صاحبزادہ سید محمد نورالحسن جیلانی (پاکستان)

''وینا ملک'' ایک ایسا گھناؤنا کردار ہے۔ جس نے ایک بے ہودہ شو ''بگ باس'' سے شہرت پائی اور بعد میں انڈین فلم انڈسٹریز کیلئے عریاں تصاویر بنوا کر بیہودہ اور آوارہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی۔ چند سال قبل اس بے ہودہ عورت کی خدمات ایک نجی ٹیلی ویژن نے رمضان نشریات کیلئے حاصل کیں۔ جس میں محترمہ نے ''توبہ'' کے نام سے ایک پروگرام کیا۔ جن لوگوں نے یہ پروگرام دیکھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ عورت دین اور مذہب کے نام کو کس طرح اپنی شہرت کیلئے استعمال کرنا جانتی ہے۔ اس پروگرام میں اسکے مصنوعی آنسو، لچھے دار گفتگو اور اداکارانہ انداز دیکھ کر کوئی بھی باشعور انسان جان سکتا ہے کہ یہ پروگرام ایک ڈرامے سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ بدقسمتی سے رمضان نشریات کئی برسوں سے اسی قسم کے اداکاروں اور اداکاراؤں کے ہتھے چڑھی ہوئی ہے اور چینل مالکان نے اس ماہِ مقدس کو بھی تفریح کے نام پر بے ہودہ لوگوں کی سپردگی میں دے دیا ہے۔

گذشتہ دنوں وینا ملک اور اُسکے شوہر اسد خٹک کے قصے میڈیا کی زینت بنے رہے۔ لگتا تھا کہ شاید پاکستان میں پہلی مرتبہ کسی کو خلع ہونے جا رہا ہے۔ لہٰذا اس لحاظ سے یہ کوئی بہت بڑی خبر ہے۔ اگر وینا کو طلاق ہو جاتی اور وہ اسد سے الگ ہو جاتی تو کونسی قیامت آ جاتی، دنیا جانتی ہے شوبزنز کی عورتوں کی شادیاں۔ مگر چند سالوں سے یہ بات بھی میڈیا کی زینت بن رہی ہے کہ تبلیغی جماعت کے سرکردہ رہنما اور مبلغ مولانا طارق جمیل وینا ملک میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ پہلے یہ اطلاعات آئیں کہ وہ وینا ملک کے ساتھ ادائیگی عمرہ پر گئے۔ بعد میں اُنہوں نے لوگوں کے اذہان صاف کرنے کیلئے فرمایا کہ وینا ملک میری تیسری بیٹی ہے۔ چلو تبلیغی جماعت کے اس مبلغ اعظم نے لوگوں کا یہ مسئلہ تو حل کر دیا کہ کسی کو بہن بیٹی بنا کر عمرے پر ساتھ لے جایا جا سکتا ہے۔ شاید یہی مولانا طارق جمیل کا اسلام ہے، ورنہ اسلام کہاں اجازت دیتا ہے کہ آپ کسی کو بہن بیٹی کہہ کر اُس کے ساتھ عمرہ کریں۔ مولانا طارق جمیل کو یہ شوق بہت پرانا ہے کہ وہ شوبز کے لوگوں کو دین کی تبلیغ کریں۔ اسی لیے وہ کبھی اداکارہ نرگس کا چناؤ کرتے ہیں، تو کبھی وینا ملک جیسی حرافاؤں کا جو اسلام کو اپنے مفادات کیلئے استعمال کرتی ہیں۔ شوبز کی دنیا سے مولانا طارق جمیل معروف گویے جنید جمشید کو بھی دریافت کر چکے ہیں۔ جو موصوف کی صحبت پا کر گستاخِ رسول ﷺ، گستاخ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور گستاخِ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بن کر واصل باجہنم ہوا۔ اس مرتبہ مولانا موصوف کے نشانے پر بے حیاء اداکارہ وینا ملک ہے۔ جو گذشتہ دنوں مولانا کے ساتھ میڈیا پر دیکھی گئی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا طارق جمیل نے وینا ملک کو میڈیا پر اپنے ساتھ بٹھا کر کون سا کارِ خیر انجام دیا، کیا مولانا کسی موقع پر اپنی اس تیسری بیٹی کے علاوہ دیگر بیٹیوں کو بھی میڈیا پر لانا پسند کریں گے، یقیناً وہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بیٹی کی حرمت اُن بیٹیوں کی حرمت سے اس قدر کم کیوں ہے؟ کہ جسے میڈیا کی زینت بنانے پر مولانا طارق جمیل کو کوئی اعتراض نہیں۔ اسد خٹک اور وینا ملک کا مسئلہ حل کروانے میں مولانا طارق جمیل کے علاوہ بنوری ٹاؤن کا مفتی نعیم بھی سرگرم نظر آیا اور دونوں کو

اپنے پاس بٹھا کر میڈیا سیشن کروایا۔ ان دونوں مولویوں نے اسلام کی جو تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہے، اُس سے پوری اُمت مسلمہ کے سر شرم سے جھکے ہوئے ہیں۔ اپنے آپکو عالمی مبلغ اسلام کہلوانے والے شاید پردے کے احکام بھی نہیں جانتے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ بہن بیٹیوں کے مسئلے چوراہوں اور بازاروں میں حل نہیں ہوتے اور میڈیا پر بیٹھ کر یہ مسئلہ حل کرنا تو بیچ بازار میں مسئلہ حل کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ کیونکہ بازار میں تو صرف ایک علاقے کے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ مولانا طارق جمیل کو شاید یہ بھی نہیں معلوم کہ دین کی جانب جب کوئی عورت راغب ہوتی ہے تو سب سے پہلے اُس کا سر ڈھانپا جاتا ہے۔ اُسے حلال حرام، محرم نامحرم کے بارے میں آگاہی دی جاتی ہے۔ اُسے پردے کے احکام اور فضیلت بتائی جاتی ہے۔ جس تبلیغی جماعت (رائیونڈ) سے مولانا طارق جمیل کا تعلق ہے، اس تبلیغی جماعت کا ایک شعبۂ خواتین بھی ہے، جسکا کام خواتین کو تبلیغ دین کرنا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ وینا ملک کو دین کے راستے پر لانے کیلئے مولانا طارق جمیل نے شعبۂ خواتین کے حوالے کیوں نہیں کیا؟ اور کیوں وینا ملک کو براہِ راست خود دین سکھانا چاہتے ہیں؟ لگتا ہے کہ مولانا نے وینا ملک کو پردے کے احکامات سے مبرا قرار دے دیا ہے۔ جب ہی تو وہ پردہ نہ حرم کی زمین پر نظر آتا ہے اور نہ ہی ٹی وی چینل پر۔ ہاں اگر مولانا طارق جمیل سے پردے کے احکامات پر خطاب کروانا ہو تو وہ بخوبی کر سکتے ہیں۔ مولانا سے پوچھ لیا جائے کے بے پردہ عورت جہنم میں کہاں ہوگی اور اُسے کس کس طرح کے عذاب دیئے جائیں گے، تو پھر مولانا کا اداکارانہ خطاب دیدنی ہوگا۔ وہ ہاتھ سے نشان لگا کر بھی بتا دینگے کہ بے پردہ عورتیں جہنم کے کس حصہ میں ہونگی اور کون کونسی نسل کے سانپ بچھو اُنہیں ڈس رہے ہونگے۔ وہ ان سانپ بچھوؤں کی آوازیں نکال کر بھی آپ کو سنا سکتے ہیں۔ اُنہیں یہ ملکہ بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے حلق سے جہنم کی آگ کی آواز بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے بیان سے خواتین کے دل دہلا سکتے ہیں، اُنہیں رلا سکتے ہیں اور اُنہیں کپکپی بھی لگا سکتے ہیں۔ لیکن وینا ملک اگر اُنکے ساتھ بے پردہ ہو تو پھر ان سزاؤں کا اطلاق وینا ملک پر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ فرما چکے ہیں کہ وینا ملک میری تیسری بیٹی ہے اور بے پردہ عورتوں کے عذاب والے خطاب میں وینا ملک اور نرگس سمیت اُنہوں نے کسی ایسی عورت کو شامل نہیں کیا ہے، جسے وہ براہِ راست کسی حجاب کے بغیر ملتے ہیں۔ یہ مولانا طارق جمیل کا ہی خاصہ ہے جس پر یقیناً اُن کے چاہنے والوں کو رشک آنا چاہئے۔

وینا ملک وہ عورت ہے جو ہر وقت خبروں میں رہنا چاہتی ہے۔ وینا ملک کے بچہ ہونے سے لیکر بچہ کا پیمپر بدلنے تک کی خبریں ٹی ولی والوں کو دی جاتی ہیں۔ وینا ملک کو اگر اپنے شوہر سے خلع لینا تھا تو یہ تماشہ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ یقیناً اس تماشے کی ضرورت وینا ملک کو اس لیے تھی کہ وہ چند دن میڈیا کی آنکھ کا چاند بننا چاہتی تھی، لیکن اس چاند کے گرد مولانا طارق جمیل اور مفتی نعیم کی صورت میں دو تارے بھی جھلملاتے رہے۔ وینا ملک کی دین داری کی مثال اُن ناچنے گانے والیوں کی طرح ہے۔ جو محرم الحرام کا مہینہ آتے ہی کالی چادریں تن پر ڈھانپ لیتی ہیں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور پاک بی بیوں کے تذکرے کر کے آنسو بہاتی ہیں اور خانوادۂ نبوت سے اپنی گہری وابستگی کی اداکاری کرتی ہیں۔ دیکھنے والوں کو لگتا ہے کہ ان کی زندگیوں میں بدلاؤ آ گیا ہے لیکن جیسے ہی ماہِ محرم رخصت ہوتا ہے یہ کالی چادریں سر اور تن سے اُتر جاتی ہیں اور پھر بازار میں مجرے شروع ہو جاتے ہیں۔

خواجہ معین الدین چشتی کے زرّیں مشن کی ضرورت، افادیت اور تقاضے

از:-مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، (نوری مشن مالیگاؤں)

اسلام اپنی اخلاقی تعلیمات، فطری صداقت اور پاکیزگی ولطافت کی وجہ سے عام ہوا ہے۔ اس سچائی کو اللہ کے آخری پیغمبر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیش فرمایا جن کے اختیارات اور جود وعطا سے خدا کی عنایت کردہ ان عظمتوں کا اظہار ہوا جس کے آگے دنیا کی بادشاہت وجلالت اور شکوہِ عمارت وحکومت سرنگوں ہوکر رہ گئی۔ عظمت وشان اور اخلاق وکردار کے وہ عظیم جلوے جس نے قیصر وکسریٰ اور فراعنہ کے جبر واستبداد کا خاتمہ کردیا اور اسلام کی نور بار کرنیں عرب کی سرحدوں سے نکل کر افریقہ کے تپتے صحرا میں بسنے والے وحشیوں کو انسانی اقدار سے آشنا کرنے لگیں۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد صحابہ وتابعین وداعیانِ دینِ متین نے اسلام کی اشاعت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا اور حق وصداقت کی شمع دلوں کے طاق پہ فروزاں رکھی۔ ان کے بعد اولیائے اسلام وعلمائے کرام کے ذریعے دین کی اشاعت ہوتی رہی۔

ابتدائی صدی میں ہی اسلام کی کرنیں عرب تجار وتابعین کے ذریعے ہندوسندھ کی زمیں کو منور کرنے لگی تھیں۔ ساحل مالا بار، کیرلا اور سندھ کے علاقے اسلام کی مقدس پناہ میں آچکے تھے۔ باب الاسلام سندھ میں خدمت حدیث کی مسندِ تدریس حضرت شیخ اسماعیل بخاری کے توسط سے سج گئی تھی۔ پھر پنجاب کی سرزمیں داتا گنج بخش ہجویری کے عرفان سے اسلام کی کرنوں سے آشنا ہوئی اور اہلِ شرک کے صنم کدوں میں اذانِ توحید گونجی جس نے دلوں کے زنگ دھو ڈالے اور نبوی اخلاق سے متصف عاشقانِ صادق نے ایمان کی وہ سوغات تقسیم کی کہ دنیا انھیں ''داتا گنج بخش'' کہہ کر یاد کرنے لگی۔ جن کی عطا کا آج بھی چرچا اور سخا کا شہرہ ہے۔

چمنِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گُلِ تر بشکلِ معین الدین حسن اجمیری واردِ سندھ حاضرِ بارگاہِ داتا ہوتا ہے اور کسبِ فیض کے بعد دہلی پہنچتا ہے، اس وقت تک اشاعتِ اسلام کا کارواں ہند میں کچھ دھیما دھیما سا رواں تھا، رحمتِ باری کو جوش آنا ہی تھا اور خواجۂ ہند کے ذریعے اشاعتِ حق کے کارواں کو تیزی کے ساتھ بڑھنا منظور تھا۔ نبوی اخلاق کا وہ عظیم مظاہرہ آپ نے ہند کے اصنام زدہ ماحول میں کیا کہ ایمان کی کھیتی ہری بھری ہوگئی۔ ۹۰/لاکھ لوگوں کا اسلام قبول کرلینا کوئی لمحاتی واقعہ نہ تھا۔ اس کے لیے مشیت نے خواجہ غریب نواز کو چُنا تھا جن کے دم قدم سے ہند کی زمیں شاداب ہونی تھی اور ابرِ رحمت جھوم کر برسنا ہی تھا؛ بقول علامہ حسنؔ رضا بریلوی ؎

گلشنِ ہند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے
واہ! اے ابرِ کرم زور برسنا تیرا

خواجہ غریب نواز نے اپنے اخلاقِ کریمانہ سے اسلامی تعلیمات کی عملی تصویر پیش کی۔ یاد رہے! جب دل شرک کی آماج گاہ بن جاتا ہے، تو حق باتیں قبول کروانے کو بڑی تدبیر درکار ہوتی ہے،

صدیوں سے اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ اصنام کی پرستش کرنے والے یوں ہی توحید کے نغمے نہیں گنگناتے اس کے لیے فضلِ باری اور عنایتِ نبوی سے کرم نوازی ہوتی ہے۔ یہی کچھ خواجۂ ہند کے ساتھ ہوا۔ ان کے اعلیٰ اخلاق اور چمکتے کردار کے ساتھ عطائے ایزدی کی وہ بارانِ رحمت نازل ہوئی کہ صدیوں سے تاریک فضا میں ایک انقلاب آ گیا۔ ایسا انقلاب کہ فکر کے غبار دھلنے لگے، تھکی تھکی طبیعتیں کھلنے لگیں، راجستھاں کا خطۂ ریگ زار ہی کیا شمال سے وسطِ ہند تک کی فضا کلمۂ توحید و رسالت سے جھوم جھوم اٹھی۔ اجمیر کی زمیں سے جو پیغام صدیوں پہلے دیا گیا تھا اس کی صدائے دل نواز آج بھی کانوں میں رس گھولتی محسوس ہوتی ہے، غریب نواز نے اولیائے کرام کے مقدس مشن کی ترجمانی کی تھی، دلوں کے زنگ کیا دھوئے کہ ہر دل ان کا اسیر ہو گیا، نبوی چوکھٹ سے جود و سخا کے جو دھارے نکلے تھے اور ان سے غریب نواز نے سیرابی کی تھی، اسی کا فیض آج بھی اجمیر سے جاری و ساری ہے اور ذہن تسلیم کر رہے ہیں کہ اُس دور میں اہلِ شرک نے توحید کا اقرار کر کے حق کا قلادہ گلے میں ڈالا تھا اور آج زنگ آلود قلب عرفان و یقیں کے جام پی کر حق آشنا ہو رہے ہیں۔ ع

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا

زمانی تقاضوں کے ساتھ اشاعتِ اسلام کا قافلہ آگے بڑھا ہے۔ فلسفۂ یونان کا جب زور تھا تو عشق رسول کریم سے سرشار فکرِ غزالی و تعلیماتِ غوثیہ نے اسلام کی نکھری تعلیمات کی ترجمانی کی تھی۔ جب ہند میں شعبدہ بازوں نے شرک کی حمایت میں اپنے تمام حربے آزما ڈالے تب شریعت کی استقامت کے کوہِ گراں غریب نواز نے اساسِ دیں کی حفاظت اور دعوتِ حق کی انجام دہی کی غرض سے اظہارِ کرامت فرمایا۔ کرامت اُس دور کی ضرورت تھی۔ اشاعتِ اسلام کی خاطر خواجۂ ہند نے جے پال کے سحر کو کیا توڑا تمام جادوگر اسلام کے دامن میں آ گئے۔

اسلام نے اپنی اخلاقی تعلیمات اور روحانی تب و تاب کے ساتھ دلوں میں جگہ بنائی ہے۔ خواجہ غریب نواز کی روحانی فتوحات کے زیرِ اثر ہند میں اسلامی سلطنت کی بنا قائم ہوئی۔ تاریخ کے صفحات میں خواجہ غریب نواز کا وہ تاریخی جملہ محفوظ ہے ''پرتھوی راج را زندہ گرفتار کردہ بہ لشکر اسلام دادیم'' یعنی پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کر کے اسلامی لشکر کے حوالے کر دیا۔ یہ مومنانہ بصیرت تھی جس نے مستقبل میں ہونے والے خدائی فیصلے کا اعلان پہلے ہی کر دیا، اس سے انھیں درس لینا چاہیے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے غیبی علوم میں کلام کرتے ہیں۔

جن دلوں کو ایمان کی روشنی دی تھی آج ان کی نسلیں ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہیں اور اسلامی معاشرہ قائم ہے، بعد کے ادوار کے علما و صلحا اور اولیا و مقبولانِ بارگاہِ صمدیت کی مساعی جمیلہ سے دین کی اشاعت ہوتی رہی۔ کبھی تیز و تند آندھی نے تجدید و احیا کی صورت پیدا کی تو عزمِ معینی لے کر سرہند کی زمیں پر مجدد الف ثانی نے آندھیوں کی زد پر یقیں کے چراغ جلائے، کبھی بریلی کی زمیں سے محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درسِ زریں عام ہوا اور جس کی خوشبو سے اکنافِ عالم معمور ہوا۔

ہمیں آج کے اِس دورِ حزیں میں تعلیماتِ خواجہ کی اشد ضرورت ہے، تاکہ اسلامی تعلیمات کے حسیں انقلاب سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی سازشوں کا دنداں شکن جواب دے کر حق کی شمع فروزاں رکھی جا سکے، جو اہم ضرورت بھی ہے اور مسلم معاشرے کے استحکام کا باعث بھی۔

بم دھماکوں کے پیچھے چھپے مقاصد.....؟ اور غفلت میں پڑے سنی.....!

از:-صاحبزادہ سید نورالحسن جیلانی القادری (پاکستان)

عظیم صوفی بزرگ حضرت عثمان مروندی المعروف لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر ہونے والا بم دھماکہ انتہائی المناک اور دردناک مناظر پیچھے چھوڑ گیا۔ لگ بھگ 80 سے زائد زائرین شہید ہوئے اور سینکڑوں کی تعداد میں زخمی ہوئے۔ زخمیوں میں کئی ایسے ہیں جو زندگی بھر کے لیے اپاہج ہوگئے ہیں۔ جو کل کسی کا سہارا تھے، آج خود سہارے کی تلاش میں ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان میں کتنے ہی ہونگے جو اپنے گھروں کے واحد کفیل تھے۔ جو اپنے خاندانوں کی معاشی ضروریات پوری کرنے کا واحد سہارا تھے۔ آج ان کے خاندانوں پر کیا گذر رہی ہوگی۔ اسکی اصل تکلیف وہی محسوس کر سکتے ہیں جو براہِ راست متاثر ہوئے ہیں اور رہی حکمرانوں کی یہ بات کہ ہم لواحقین کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں اور اُنہیں تنہا نہیں چھوڑا جائے گا۔ دشمن کو کیفرِ کردار تک پہنچائیں گے۔ تو ان رسمی جملوں پر مشتمل پریس ریلیزیں ان حکمرانوں کے میڈیا سیل میں سیکڑوں کی تعداد میں پرنٹ شدہ رکھی ہوئی ہیں۔ ان کے میڈیا سیکریٹری کو صرف اس بات کا ہی انتظار رہتا ہے کہ کہیں کوئی واقعہ رونما ہو تو فوراً اس پرنٹ شدہ پریس ریلیز پر مقام اور جائے حادثہ تبدیل کر کے میڈیا پر چلا دیا جائے تا کہ قوم کو پتہ چلے کے اس ملک کے حکمران قوم کیلئے کتنے فکر مند ہیں۔ بدقسمتی سے ان حکمرانوں کو بھی ہم نے ہی چنا ہے۔ جنکے بیوی بچے، پاکستان سے لوٹا ہوا مال، کاروبار اور رہائش گاہیں سب ملک سے باہر منتقل ہو چکی ہیں۔ اب کوشش یہی ہے کہ اس ملک کو جس قدر مزید نچوڑا جائے نچوڑ لیں اور جب یہ کشتی ڈگمگانے لگے تو چھلانگ مار کر اپنی بیرون ملک رہائش گاہوں، جہاں انکے بیوں بچے پہلے ہی موجود ہیں، کاروبار پہلے ہی موجود ہیں، میں منتقل ہو جائیں۔ پھر یہ قوم جانیں، داعش اور طالبان جیسے درندے جانیں ان سے ہمیں کیا؟

اللہ کے کسی محبوب بندے کے مزار مبارک پر یہ پہلا حملہ نہیں ہے۔ پاکستان کے تقریباً تمام ہی بڑے مزارات کو نشانہ بنایا جا چکا ہے۔ مزارات کو بم دھماکوں سے اُڑائے جانے کے مقاصد کے پیچھے وہی سوچ کارفرما ہے جو ان وحشی درندوں کے ناجائز باپ ابو الوہابیہ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی لعنتہ اللہ علیہ نے دی تھی اور جس کے تحت اس وحشی درندے نے ابن سعود کے ساتھ ملکر ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو قتل کیا تھا اور مزارات صحابہ و اولیاء رضوان اللہ علیہم کو مسمار کر دیا تھا۔ تحریک طالبان ہو، داعش ہو، یا پاکستان میں موجود سرگرم کالعدم جماعتیں، لشکر جھنگوی، سپاہ صحابہ (جس نے سنیوں کو دھوکہ دینے کیلئے اپنا نام اہلسنت والجماعت رکھ لیا ہے) جیش محمد، حرکت المجاہدین، جماعت الاحرار اور دیگر سب کی سوچ وہی ہے، جو ابو الوہابیہ شیخ نجدی کی تھی۔ یہ تمام کالعدم جماعتیں اور انکے قائدین ابوالوہابیہ شیخ نجدی کے مذہب وہابیہ کے پیروکار ہیں اور سب کے سب وہابی ہیں۔ لہٰذا پاکستان میں موجود وہابی طالبان اور داعش سمیت ان تمام کالعدم جماعتوں کی حمایت کرتے رہے ہیں۔

جماعت اسلامی کی لیڈر شپ ہو یا مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق یا سپاہ صحابہ کا لدھیانوی سب کے سب ایک آواز ہوکر 60 ہزار سے زائد پاکستانی مسلمانوں کے قاتلوں کو مجاہدین اور شہادت کے رتبوں پر فائز کرتے رہے ہیں۔ ٹاک شوز میں ان وحشی درندوں کی مذکورہ افراد اور اُنکے نمائندوں کی طرف سے کھل کر حمایت کی جاتی رہی ہے۔ کیونکہ شیخ نجدی کے مذہب کے مطابق یہ مجاہدین ہیں جو شرک اور کفر کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔ جس طرح خود شیخ نجدی نے ابن سعود کے ساتھ ملکر حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں، حضور ﷺ کو حاضر وناظر ماننے والوں، حضور ﷺ سے مدد اور شفاعت طلب کرنے والوں، حضور ﷺ کا علمِ غیب ماننے والوں، حضور ﷺ کے وسیلے سے دعائیں مانگنے والوں، گیارھویں شریف اور دیگر ایصالِ ثواب کرنے والوں کو مشرک اور کافر قرار دے کر، بلا امتیاز مرد وعورت، بوڑھے و بچے تمام عرب کے سنی مسلمانوں کو قتل کرا دیا تھا۔ اسی طرح پاکستان میں موجود یہ وہابی دہشت گرد قوتیں پاکستان پر کنٹرول حاصل کر کے یہاں وہابی مذہب پر مشتمل حکومت کے قیام کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ طالبان، جماعت الاحرار اور دیگر کالعدم تنظیمیں بم دھماکوں کے ذریعے سنیوں کا خون بہا رہے ہیں اور دوسری جانب وہابی سیاسی جماعتیں پارلیمنٹ میں راہ ہموار کر رہی ہیں۔

ضرورت ہے کہ سنی اپنے اور پاکستان کے خلاف ہونے والی اس گہری سازش کو سمجھیں اور اتحاد ویکجہتی کی فضاء کو فروغ دیں۔ اپنے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر ہاتھوں میں ہاتھ دینا وقت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو قومیں وقت کے اشاروں کو نہیں پہنچانتیں وہ برباد ہی رہتی ہیں۔ اس نازک وقت میں عوامِ اہل سنت پر بھی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے ووٹ کو مفاد پرست سیاستدانوں کیلئے ضائع نہ کریں۔ ووٹ کا استعمال صرف اور صرف سنیت کی بقا کیلئے کریں۔ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور دیگر ملکوں کے علمائے اہل سنت کی آج سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے فروعی اور ذاتی اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر اس وہابی دہشت گردی کے خلاف عالمی سطح پر ایک محاذ بنائیں اور عوام کو بتائیں کہ ہمارے بزرگوں خاص کر سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان وہابیوں اور گمراہ ومرتد فرقوں سے دور رہنے کے لیے اسی لئے تاکید کی تھی کہ وہ فراست مومنانہ سے جان چکے تھے کہ ایک دن یہ وہابی اور وہابی نواز ٹولیاں پوری امت مسلمہ کو عالمی سطح پر خطرے میں ڈال دیں گی۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام اہل سنت کو ان وہابیوں کے گمراہ اور کفریہ عقائد سے روشناس کرانے کے ساتھ اسی کی روشنی میں یہ بھی بتایا جائے کہ آج پوری دنیا میں یہ وہابی دہشت گرد جماعتیں جو کشت وخون کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں یہ ان کے انہیں وہابیائی کفری عقائد کی دین ہیں۔ آج مزارات مقدسہ کو بموں کے ذریعہ اُڑا دینے کا یہ ناپاک کھیل جو کھیل رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ان کی نظر میں ان کے گمراہ کن عقائد کے اعتبار سے تو یہ کام ان کے لئے کارِ ثواب اور جہاد ہے۔ ان دہشت گرد تنظیموں کی دہشت گردانہ کاروائیوں کو سامنے رکھ کر اپنی عوام کو بتائیں کہ یہ فرقے امت مسلمہ کے لئے کتنے خطرناک ہیں اور اسلام کے لئے کتنے ہلاکت خیز۔ آج اہل سنت کو آپس میں لڑنے کے بجائے اپنی عوام کو ان دہشت گردوں سے بچانے اور اپنے مقامات مقدسہ کو ان خونخوار وہابی درندوں سے محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے (امین)

☆

اشرف العلماء کا تصلب فی الدین

(از: احمد رضا قادری امجدی، بانی، تنظیم ابنائے فیض النبی کٹھرا ہزاری باغ جھارکھنڈ، متعلم، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو (یوپی)

اللہ عزوجل نے تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے زیادہ مجد وشرف عطا فرمایا اور انسان ہی کو ''لقد کرمنا بنی آدم'' کے تاج کرامت سے نوازا اور لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے بلند وبالا خطاب سے موسوم کیا اس کے باوجود انسان اپنے عظیم خالق و مالک کی کماحقہ معرفت سے بڑی حد تک محروم رہا اسی مقصد عظیم کی تکمیل کے لئے اللہ تعالی نے انبیائے کرام ومرسلین عظام کا ایک طویل سلسلہ قائم کیا اور خاتم الانبیاء سید عالم صلی اللہ تعالی وسلم پر یہ تابناک وزرّیں سلسلہ بند ہو گیا لیکن اولاد آدم کے لئے رشد و ہدایت فلاح وصلاح کی ضرورت واہمیت برقرار رہی اور یہ ذمہ داری علماء صلحاء کے سپرد کی گئی چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل او کما قال'' یعنی جس طرح بنی اسرائیل میں انبیائے کرام کے ذریعہ اصلاح امت کا عمل جاری رہا اسی طرح امت محمدیہ علی صاحبہا افضل التحیۃ والثناء کے علماء بھی یہ فریضہ انجام دیتے رہیں گے اور یہی وجہ ہے کہ اس فرمان عالی شان کے مطابق عہد رسالت سے آج تک علمائے کرام اس متبرک فریضہ کو انجام دیتے رہے ہیں اور صبح قیامت تک ہر زمان ومکان میں دیتے رہیں گے۔

انہیں علمائے حق میں عالم اسلام کی عبقری شخصیت پیر طریقت مفتی اعظم نیپال حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اشرف القادری تیغی صدر شعبۂ افتاء والقضاء امانت شرعیہ نینہی شریف مہوتری نیپال کی بھی ذات گرامی تھی، یوں تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ بہت محاسن کے جامع تھے لیکن دینی تصلب اور مسلک پر استقامت کا ایک امتیازی وصف تھا جبکہ تصلب فی الدین اور استقامت علی الحق وہ کٹھن منزل ہے کہ خود میرے آقا سرور عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''کالقابض علی الجمرۃ'' یعنی دین پر استقامت ہاتھ میں چنگاری لینے کے مثل ہے اور عارفان حق آگاہ کا فرمان ہے ''الاستقامۃ فوق الکرامۃ'' استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے آپ کی حیات بابرکات شریعت مطہرہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور حضور ﷺ کے ارشاد گرامی ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' کی مکمل آئینہ دار تھی جب کہ بظاہر اس پر عمل کرنا بہت آسان معلومات ہوتا ہے لیکن عمل کرنے والوں سے پوچھئے تو وہ بتائیں گے کہ سال بسال روزہ رکھنے، رات رات بھر سجدے میں پڑے رہنے، دن بھر وظیفہ اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے کہیں زیادہ یہ منزل مشکل ہے اگر مشاہدہ کیا جائے تو بڑے بڑے نام نہاد مشائخ وصوفیہ عبادت وریاضت ذکر وفکر تہجد واشراک وغیرہ اعمال خیر میں بہت مستعد و چاق وچوبند نظر آئیں گے، لیکن جب اس کسوٹی پر پرکھا جائے تو کافی حد تک عاری ہونگے اور اس میں شبہ نہیں کہ ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' کے منہج پر عمل اور آقا ﷺ سے سچی محبت والفت اسی وقت ممکن ہے جب رسول اکرم ﷺ کے دشمنوں وہابیوں، دیوبندیوں، چکڑالویوں، نیچریوں، قادیانیوں اور صلح کلیوں سے

نفرت کی جائے اور یہ وصف خاص حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی ذات شریفہ میں بدرجہ اتم موجود تھی دینی تصلب اور مسلک پر استقامت آپ کا ایک امتیازی وصف تھا۔

ایک مرتبہ رانی گنج پٹھان ٹولہ موتہاری بہار کے اندر وہابیوں کے آنے سے سیدھے سادھے سنی مسلمان کو انہوں نے اپنی گفتگو سے متاثر کر کے بہت سے افراد بلکہ تقریباً پورے ہی گاؤں کو گمراہ کر دیا تھا اتفاقاً ایک شخص اس گاؤں میں بیمار ہو گیا اور وہ شخص حضرت مفتی اشرف القادری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس شخص نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت آپ ہمارے لئے تعویذ لکھ دیں تا کہ میں صحت یاب ہو جاؤں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں تعویذ ایک شرط پر لکھونگا جب تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو تمہیں سنی ہونا پڑے گا۔ اس شخص نے یہ شرط قبول کر لی اور اللہ کے فضل سے وہ شخص کچھ دن کے بعد ٹھیک ہو گیا اور وہ سنی بن گیا کچھ سالوں بعد انہوں نے حق و باطل کے امتیاز کے لئے گاؤں میں ایک پروگرام رکھا اور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو مدعو کیا، ساتھ ہی وہابی مولویوں کو بھی ماحول کے اعتبار سے دعوت دینی پڑی، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے شرط رکھی کہ وہابی مولوی اگر آئیگا تو میں تقریر نہیں کر سکتا۔

اسٹیج پر دونوں طرف کے علماء پہونچے، ایک بڑے وہابی مولوی نے اصرار کیا کہ مجھے بھی بولنے دیا جائے، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے کہا ٹھیک ہے بولو اور کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئے۔ اس کی ایک ایک غلطی کو نوٹ کرتے رہے، جب اس کی تقریر ختم ہو گئی تو آپ کھڑے ہوئے اور اس وہابی مولوی کا ردّ بلیغ کیا اس نے جو کہا قرآن و حدیث کی بولی نہیں ہے بلکہ یہ اس مولوی کی اپنی ایجاد ہے۔ اور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے بڑی جرأت و بے نیازی کے ساتھ فرمایا آپ کا مسلک الگ میرا مسلک الگ میرا آپ کا مسلک کبھی ساتھ نہیں ہو سکتا مجھ سے اس طرح کی کوئی توقع رکھنا غلط ہے میں وہابیت، دیوبندیت سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھ سکتا نہ ہی اس مسلک کے مولویوں سے میرا سمجھوتا ہو سکتا ہے کسی بد مذہب اور بد عقیدہ کے ساتھ میں کبھی کسی طرح کی رو رعایت نہیں کر سکتا۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی نشست و برخاست اور گفتگو سے بھی تصلب فی الدین کی جھلک خوب خوب نمایاں ہے جس پر مندرجہ ذیل سطور سے روشنی پڑتی ہے۔ ماہ ذی القعدہ ۱۴۳۶ھ کو راقم عرس حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے موقع پر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور یہ ملاقات قدر تفصیلی رہی درمیان ملاقات مختلف موضوعات پر حضرت سے گفتگو ہوتی رہی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مذہبی درسگاہوں میں تفسیر، حدیث، علم کلام، فقہ پڑھانے کا خاص مقصد مسلمانوں کو اعتقادی گمراہی سے بچانا اور ان کو شریعت مطہرہ کے اصول و قوانین پر گامزن کرنا ہے علمائے کرام و خطبائے عظام سے قرآن پاک اور حدیث نبوی کا یہی مطالبہ ہے کہ سچی رہبری فرمائیں، ملت بیضاء کو فتنوں سے بچائیں، دین کے چھپے دشمن و بارگاہ رسالت کے گستاخ سے امت مسلمہ کو ہوشیار رکھیں نیز فرمایا کہ یہ کون نہیں جانتا کہ عہد حاضر میں سنی مسلمانوں کے دین و ایمان کا سب سے بڑا دشمن ''فتنۂ وہابیت و

دیوبندیت ہے'' آج بالخصوص بہت سے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں یہ وباء عام ہے کہ سنی مسلمانوں کا سادہ لوح طبقہ وہابی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے۔ وہابی، دیوبندی مولویوں سے اپنے نونہالوں کو مذہبی تعلیم دلوا رہا ہے۔ ان کی بیٹیوں کو لا کر اپنی بہو بنا رہا ہے اور اپنی بچیوں کو ان سے منسوب کر کے انہیں اپنا داماد منتخب کر رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ دینی و دینوی رشتوں کی ان زنجیروں میں مقید ہو کر سنی مسلمان چند دنوں میں وہابیت اور دیوبندیت کی بولی بولنے لگتا ہے۔ جب کہ پیارے آقا حضور ﷺ نے امت کو یہ تاکید فرمائی تھی کہ ''**فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم** ''اے مسلمانو! بد مذہبوں سے دور رہو اور اپنے کو ان سے الگ رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور تمہیں فتنے میں ڈال دیں۔

مذکورہ بالا سطور سے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی حق گوئی و بیباکی اور دینی حمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور ساتھ ہی حضرت کی زندگی کا یہ پہلو بھی کتنا درخشاں تھا۔ جہاں آپ ایک باصلاحیت فقیہ و منفرد مفتی تھے وہیں ایک متبع سنت پیر تھے اور عصر حاضر میں دیکھا جائے تو نام نہاد پیر مریدین کی اصلاح سے عاجز و درماندہ ہیں۔ مریدین صلح کلیت اختیار کرتے جا رہے ہیں اور پیر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں چنانچہ حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ ماہ نامہ فیض الرسول جون ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں ایک جگہ بایں طور رقم طراز ہیں کہ'' آج کا مرید پیر کے مذہب پر نہیں بلکہ پیر مرید کے مذہب پر ہے چنانچہ عام پیروں کو دیکھئے کہ ان میں صلح کلیت بلکہ نیچریت یا کم از کم وہابی نوازی کی وباء عام ہے'' لیکن اس عموم سے حضرت کی ذات بالکل علیحدہ تھا۔

حضرت مفتی اعظم نیپال علیہ الرحمہ کو تصلب فی الدین کی خوبی اپنے آباء و اجداد سے بطور وراثت ملی تھی آپ جس قدر اپنوں کے لئے نرم خو واقع ہوئے ہیں اسی طرح وہابیوں کے حق میں کسی برق خاطب سے کم نہیں تھے آپ اپنی تقاریر اور وعظ و نصیحت کی مجلسوں میں ہمیشہ وہابیہ دیابنہ کا رد کرتے اور ان کے عقائد باطلہ کی خرابیاں بیان کر کے خلق خدا کو ان کی پُرفریب چالوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے حالاں کہ آپ کے سامنے ایسے بھی مواقع آئے کہ دیابنہ کی طرف سے منصوبہ بند طریقہ پر آپ کو ضمیر فروشی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ کبھی اقتدار کا لالچ دیا گیا، کبھی جاہ و حشم کے خواب دکھائے گئے لیکن آپ نے استغناء اور اپنے علم و تقویٰ کے ناموس پر کبھی آنچ نہ آنے دی اور تصلب فی الدین کا ایک ایسا مظاہرہ فرمایا کہ مخالفین بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔

حضرت کی یہی خوبیاں اور محاسن تھے جس کی وجہ سے آج تقریباً پورا نیپال اور ہندوستان کے کچھ علاقوں میں انکے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

اللہ تعالی کی نشانیوں پر کیا ہم غور کرتے ہیں

از:-سلمان کبیر نگری ایڈیٹر نئی روشنی بریلیاں، پوسٹ گنوا گھور سنت کبیر نگر

اللہ تعالی کی نشانیاں نہ ہی گنتی میں آسکتی ہیں یعنی شمار ہوسکتی ہیں اور نہ ہی ہماری محدود عقل ان لامحدود نشانیوں کو پوری طرح سمجھ سکتی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان حق ہے کہ اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی پھر بھی اس کی باتیں ختم نہیں ہوسکتیں۔

کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو اکثر ہمارے سامنے روزمرہ کے امور میں آتی ہیں، اگر ان پر ہی تھوڑا غور وفکر کرلیا جائے تو ہمارے ایمان میں تازگی اور اضافے کا باعث بن سکتی ہیں۔ یہ نشانیاں ان مذاہب اور لوگوں کے لئے بھی سبق آموز ہیں جو خدا کا انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا خود ہی بن گئی ہے اور کوئی خدا اس کو بنانے والا اور چلانے والا نہیں۔ اگر وہ ان نشانیوں پر غور وفکر کریں تو ان کی اپنی عقل اس دنیا کو بنانے والی ہستی یعنی اللہ تعالی کا اعتراف کرے گی اور ساری گرہیں کھلتی چلی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کی کئی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی انسانوں اور حیوانات کا جسم اور چہرہ ہے۔ انسانی چہرے پر دو آنکھیں، درمیان میں ایک ناک، اس کے نیچے کھانے اور سانس لینے کے لئے منھ، سوچئے! اگر ایک آنکھ سامنے چہرے کی بجائے سر پر ہوتی یا پاؤں پر ہوتی تو متوازن شکل خراب ہو جاتی اور اس آنکھ کا مقصد بھی پورا نہ ہوتا۔

زیادہ تر جو جانور کھاتے پیتے اور زمین پر چلتے ہیں یا ہوا میں اڑنے والے پرندے، ان کی دو آنکھیں ہیں، متوازن طور پر ان کے جسم کے سامنے اوپر کے حصے میں کیا یہ سب کچھ خود ہی بن سکتا ہے؟ یقیناً کوئی تو ہے جس نے یہ صورت احسن تدبیر کے ساتھ تیار کی ہے اور یقین مانیئے وہ اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بہت خوب صورت آسمان بنایا ہے جو اس کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے۔ رات کے وقت اس میں چاند اور بہت سے چمکتے ستارے نظر آتے ہیں۔ یہ ستارے اور سیارے خواہ زمین سے کتنے ہی قریب یا دور ہوں وہ ایک جیسے نقطے کی طرح ہی نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ وہ سیارے اور ستارے گول شکل ہی کے ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چاند، سیارہ یا ستارہ، مثلث، چوکور یا مستطیل کی طرح ہو اور آسمان پر بے ہنگم قسم کے مختلف قسم کے ڈیزائن بنے ہوں۔

ہر سیارے اور ستارے کا گول ہونا بھی اس بات کی دلیل اور نشانی ہے کہ یہ سب کچھ کسی ایک بنانے والے کی ہی تصویر کشی اور نقاشی ہے کیونکہ خود بخود ایسی گول اشکال نہیں بن سکتیں، اگر خود بخود چیزیں بنتی ہوتیں تو مختلف طرح کی بے ضابطہ اشکال ہوتیں جو رات کو اس طرح یکسانیت کے ساتھ خوب خوبصورت نظر نہ آتیں۔ بے شک انہیں بنانے والا تنہا اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالی نے زمین میں بہت خوت صورت پھول اور

پودے بنائے جن میں حیران کن متوازن اشکال ہیں۔ وہ ہر طرف ایک ہی طرح بڑھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک طرف پھول زیادہ بڑھ جائیں اور دوسری طرف کم رہ جائیں، یا درخت کے پتے ایک طرف زیادہ بڑھ کر کوئی اور رنگ اختیار کرلیں اور دوسری طرف کم بڑھ کر کوئی دوسرے رنگ میں ڈھل جائیں۔ اسی طرح ایک چھوٹا سا بیج جس پھل دار درخت کا ہوگا وہ بیج بڑا ہوکر اسی طرح کے اور بیج و پھل بنائے گا۔ آم کا بیج ہوگا تو آم، سیب کا بیج ہوگا تو سیب، گرم علاقوں کے پھل سرد علاقوں میں نہیں لگتے، سرد علاقے کے پھل گرم جگہوں پر نہیں اگتے۔ ایسے متوازی پھلوں اور پھولوں کو بنانے والا یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ہر جانور اور پرندہ جانتا ہے کہ اس نے خود اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو کیا کھلانا اور پلانا ہے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ شیر اپنے بچوں کے لئے گھاس اور بکری یا چڑیا اپنے بچوں کے لئے گوشت لے آئے۔ کوئی تو ہے جس نے انہیں یہ سکھایا ہے، بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

اصل سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اگر دنیا کے مختلف مقامات اپنی سرسبز جگہوں، جھیلوں اور جنگلات کی وجہ سے اتنے خوب صورت ہیں تو جنت جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کی ہے وہ کتنی خوب صورت ہوگی اور دوزخ کا جو وحشت ناک احوال بیان ہوا ہے وہ کتنی ہولناک جگہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں جانے اور دوزخ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن ہمارا مقصد تو اس سے کہیں بلند صرف اور صرف اللہ کی رضا ہے۔ ہمیں اللہ کی رحمت کا ہی تو آسرا ہے ورنہ اعمال تو اس قابل نہیں کہ پیش کئے جاسکیں۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں تو بہت ہیں اور ہر جگہ ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں غور وفکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مفتی جمیل خاں صاحب کی والدہ کا انتقال پُر ملال

مؤرخہ ۱۸/شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ/ ۱۵/مئی ۲۰۱۷ء بروز پیر دوپہر تقریباً ساڑھے تین بجے جامعہ رضویہ منظر اسلام کے استاذ حضرت علامہ مفتی محمد جمیل خاں صاحب رضوی کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوفہ مرحومہ نہایت متقیہ اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوچکی تھیں۔ تقریباً عمر کی ۷۰/ بہاریں دیکھ چکی تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ اپنے تین لڑکوں اور تین بیٹیوں کو انہوں نے اسلامی ماحول میں پروان چڑھایا تھا۔ کافی دنوں سے علیل تھیں۔ تقریباً ایک ہفتہ سے روہیلکھنڈ میڈیکل کالج بریلی میں آئی سی یو میں بھرتی تھیں۔ انہیں عارضۂ قلب لاحق ہوا تھا۔ حضرت مفتی صاحب کی والدہ کے انتقال پر جامعہ رضویہ منظر اسلام میں سوگواری طاری ہوگئی۔ حضرت صاحب سجادہ مدظلہ النورانی نے اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار فرمایا اور دعائے مغفرت فرمائی۔ اُسی دن بعد نماز عشاء ٹھہریا نجابت خاں بریلی شریف میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ حضرت مفتی محمد صالح صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام نے ان کی نماز جنازہ ادا کرائی۔ اساتذۂ منظر اسلام میں راقم الحروف، مفتی محمد انور علی، مفتی محمد افروز عالم، سید شاکر علی، مفتی معین الدین خاں، قاری عبدالحکیم، قاری رضوان، مولانا محمد اختر، مرزا توحید بیگ رضوی وغیرہم نے شرکت فرمائی۔ ہزاروں عوام وخواص نے نم آنکھوں سے مرحومہ کو سپرد خاک کیا۔ مرحومہ نے پسماندگان میں محمد شکیل خاں، محمد صغیر خاں، مفتی محمد جمیل خاں کے علاوہ تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ (محمد سلیم بریلوی)

موت مومن کے لیے رحمت ہے

از: مفتی محمد راحت خاں قادری منظری شاہجہاں پوری، بانی وناظم مکتبۃ النور بریلی شریف

عام طور سے لوگ موت کو زحمت سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ موت مؤمن کے لئے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ موت کے سبب مؤمن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ موت اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

حضرت امام ابونعیم اور حضرت امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' اَلْمَوْتُ کَفَّارَۃٌ لِکُلِّ مُسْلِمٍ''۔

(شعب الایمان، ج:۱، ص:۲۹۲، مکتبۃ الرشد للنشر و التوزیع، ریاض)

[**ترجمہ**: موت کفارۂ گناہ ہے ہر مسلمان کے لئے]

اس حدیث کے ضمن میں مجدد دین وملت، امام عشق ومحبت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ'' بہت بندے خدا کے، جو زندگی میں آلودۂ گناہ تھے، بعد موت پاک و طیب ہوگئے''۔

(اھلاك الوھا بیین علیٰ تو ھین قبور المسلمین، ص: ۱۹)

امام اجل، حافظ الاحادیث، حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ضمن میں فرماتے ہیں:

'' قال القرطبی و ذلك لما یلقاه المیت فیه من الآلام و الأوجاع و قد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من مسلم یصیبه أذی شوکة فما فوقها الا کفر الله بها سیئاته فما ظنك بالموت الذی سکرة من سکراته أشد ثلاث مأة ضربة بالسیف ۔''

(شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور، ص:۲٤، دار المعرفة لبنان، ۱۹۹٦ء)

[**ترجمہ**: قرطبی نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مرتے وقت جو تکالیف پاتا ہے، وہ اس کے گناہوں کے معافی کا سبب بن جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو اگر کانٹا یا اس سے کم چیز بھی لگ جائے، تو وہ بھی اس کے گناہوں کو مٹاتی ہے، تو جب کانٹے کا یہ حال ہے، تو پھر سکرات موت کا کیا حال ہوگا؟ جس میں تلوار کی تین سو (۳۰۰) چوٹوں سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔]

"و أخرج ابن أبی الدنیا عن مالك بن مغول قال بلغنی أن أول سرور یدخل علی المؤمن الموت لما یری من کرامة الله و ثوابه۔"(شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور، ص:۲۱، دار المعرفة لبنان، ۱۹۹٦ء)

[**ترجمہ**: ابن ابی الدنیا نے مالک بن مغول سے روایت کی کہ سب سے پہلی چیز خوشی کی، جو مؤمن کو حاصل ہوگی، وہ موت ہے، کیونکہ اس میں وہ اللہ کا ثواب اور اس کا کرم دیکھتا ہے۔]

"و أخرج ابو نعيم فى الحلية عن ابن عبد ربه أنه قال لمكحول أتحب الجنة قال و من لا يحب الجنة قال فأحبب الموت فانك لن ترى الجنة حتى تموت۔"

(شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور، ص:٢٤، دار المعرفة لبنان، ١٩٩٦ء)

[**ترجمہ**: حضرت ابونعیم نے اپنی کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' میں ابن عبد ربہ سے روایت کی کہ انہوں نے مکحول سے کہا کہ کیا تم جنت کو پسند کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جنت کو کون پسند نہ کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ موت سے محبت کرو، کیونکہ جنت کو مرے بغیر نہیں دیکھ سکتے۔]

"و أخرج ابن ماجه عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المؤمن ليؤجر فى كل شئ حتى فى الكظ عند الموت۔"

(شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور، ص:٢٤، دار المعرفة لبنان، ١٩٩٦ء)

[**ترجمہ**: امام ابن ماجہ نے ام المؤمنین، محبوبۂ محبوب رب العالمین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ'' مؤمن کو ہر چیز میں ثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ موت کے وقت جو تکلیف ہوتی ہے اس میں بھی۔]

میرے مشفق استاذ گرامی، مفکر ملت، حضرت علامہ الحاج مفتی محمد سلیم نوری بریلوی دامت برکاتہم العالیہ استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام رضا نگر سوداگران بریلی شریف کے والد بزرگ وار الحاج محمد ابرار احمد قادری مؤرخہ ۴؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ /۲؍اپریل ۲۰۱۷ء بروز اتوار تقریباً رات ۱۱؍بجکر ۴۵ منٹ پر قضائے الٰہی سے انتقال فرما گیے "انا للہ وانا الیہ رجعون" موصوف کئی سال سے بیمار تھے ۲۰۱۵ء میں بیماری اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود اپنے صاحبزادے محترم حافظ و قاری مولانا علیم رضا برکاتی کے ساتھ حج و زیارت کے لیے تشریف لے گیے چوں کہ آپ سانس کے مریض تھے اس سفر کے بعد مرض اور بڑھ گیا اس کے بعد علاج و معالجہ کوئی خاص اثر نہ دکھا سکا۔ آپ کو خانوادۂ رضویہ میں حضرت مفسر اعظم ہند اور حضور مفتی اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ سے بہت محبت تھی، خانوادۂ برکاتیہ میں حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ سادات کرام سے حد درجہ محبت کی وجہ سے اپنے فرزند مفتی محمد سلیم صاحب کو جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم بنایا ہے مرید کروانے کے لیے حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں مارہرہ مقدسہ حاضر ہوئے لیکن حضرت اس

وقت دہلی میں زیر علاج تھے، اسی مرض میں حضرت کا وصال ہوگیا تو حویلی سجادگی میں چہلم کے موقع پر اِن کو اور پھر بعد میں حافظ وقاری محمد علیم کو حضرت امین میاں دامت برکاتہم العالیہ سے مرید کروایا، اسی محبت وعقیدت کے اظہار کے لیے اپنے گھر کا نام ''برکاتی منزل'' رکھا۔ ان کی زندگی کے احوال اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ ایک کام یاب زندگی گزار کر کامران موت سے سرفراز ہوئے۔

علامت خاتمہ بالخیر موصوف کے اعمال کی روشنی میں

عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أراد الله بعبد خيرا استعمله فقيل: كيف يستعمله يا رسول الله؟ قال يوفقه لعمل صالح قبل الموت۔"

(سنن الترمذی، باب ما جاء أن الله كتب كتابا لأهل الجنة الخ، ج:٤، ص:١٨، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ٨٩٩١)

[**ترجمہ**: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کو عمل پر لگا دیتا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ! کس طرح اس سے عمل کراتا ہے؟ فرمایا: موت سے پہلے عمل خیر کی توفیق دیتا ہے۔]

"و أخرج ابن أبی الدنيا عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا اذا أراد الله بعبد خيرا بعث اليه قبل موته بعام ملكا يسدده و يوفقه حتى يموت على خير أحايينه فيقول الناس مات فلان على خير أحايينه فاذا حضر و رأى ما أعد له جعل يتهوع نفسه من الحرص على أن تخرج فهناك أحب لقاء الله و أحب الله لقائه۔"(شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور، ص:٣٤، دار المعرفة لبنان، ١٩٩٦ء)

[**ترجمہ**: ابن ابی الدنیا نے ام المؤمنین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کے مرنے سے ایک سال پہلے ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا، جو اس کو راہ راست پر لگاتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ خیر پر مر جاتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اچھی حالت پر مرا ہے۔ جب ایسا شخص مرنے لگتا ہے، تو اس کی جان نکلنے میں جلدی کرتی ہے۔ وہ اس وقت خدا سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور خدا اس کی ملاقات کو۔]

جب ان دونوں احادیث کی روشنی میں موصوف کی زندگی کا موازنہ کیا جائے تو اچھی طرح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خاتمہ بالخیر کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا کیوں کہ ان کی زندگی اعمال صالحہ سے مزین تھی۔ خود بھی نماز کے پابند تھے اور اپنے بچوں کو بھی نماز کی تلقین فرماتے بلکہ اسی کی عادت ڈلوائی۔ حضرت مفتی سلیم نوری صاحب کے بقول ہم بھائیوں کی بچپن سے ہی ایسی تربیت کی کہ ہم وضو وغیرہ کرنا اپنے گھر پر ہی سیکھ گیے تھے اس کے طریقے کو کسی دوسرے سے

سیکھنے کی ضرورت نہیں پڑی، حلال روزی کے لیے محنت ومشقت کرتے پھر اس کو راہِ خدا میں بھی خرچ کرتے، پڑوسیوں اور رشتے داروں کے حقوق ادا فرماتے، ہر ایک کی خوشی اور اس کے غم میں شریک رہتے، ضرورت مندوں کی خفیہ طریقے سے امداد کرتے، اگر کوئی بیمار ہوجاتا تو اس کی عیادت کے لیے جاتے، جب کسی کا انتقال ہوجاتا تو اس کے جنازے میں شریک ہوتے اور ساتھ ہی ساتھ فاتحہ خوانی کی تمام مجالس میں بھی شریک ہوتے۔

اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا، مدارس و مکاتب اور مساجد وغیرہ کے اُمور میں دل کھول کر تعاون فرماتے، اپنے گھر والوں کو غیر شرعی امور سے روکنے کی حتی الامکان کوشش کرتے۔ اس سائنسی وٹیکنالوجی کے دور میں بھی آپ کا گھر ٹی وی کی بے حیائیوں سے پاک ہے۔ یہ تمام امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلائی اور حسن خاتمہ کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

موت کے بعد کام آنے والے اعمال (صدقۂ جاریہ)

عن أبی هريرة رضی الله عنه، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: اذا مات الانسان، انقطع عمله الا من ثلاث: علم ينتفع به، أو صدقة تجری له، أو ولد صالح يدعو له"۔

(سنن الدارمی، باب البلاغ عن رسول الله صلی الله عليه وسلم و تعليم السنن، ج:۱، ص:٤٦٢،دار المغنی، المملكة العربية السعودية، ۲۰۰۰ء)

[**ترجمہ**: جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین صورتوں میں جاری رہتا ہے: ایک یہ کہ اس نے صدقۂ جاریہ کیا تھا، دوسرا اس کا ایسا عمل جواب بھی نافع ہے، یا اس کی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔]

فتح القدیر میں ہے:

"محاسن الوقف ظاهره لما فيه من ادامة العمل الصلاح كما فی الحديث المعروف اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلث صدقة جارية۔"

(فتح القدير، فصل لايؤدی أحد الشريكين زكاة مال الآخر،الخ، ج:٦، ص:۲۰۰، ملخصاً، دار الفكر، بيروت)

[**ترجمہ**: وقف کے محاسن ظاہر ہیں کہ اس میں نیک عمل کا دوام ہے جیسا کہ معروف حدیث میں ہے کہ انسان کے فوت ہونے پر اس کے عمل تین کے ماسوا سب منقطع ہوجاتے ہیں، ان میں ایک صدقۂ جاریہ ہے۔]

عن أبی هريرة، قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان مما يلحق المؤمن من عمله و حسناته بعد موته علما علمه و نشره، و ولدا صالحا تركه، و مصحفا ورثه، أو مسجدا بناه، أو بيتا لابن السبيل بناه، أو نهرا أجراه، أو صدقة أخرجها من ماله فی صحته و حياته، يلحقه من بعد موته۔(سنن ابن ماجة، باب ثواب معلم الناس الخير، ج:۱، ص:۸۸، دار احياء الكتب العربية، مصر)

[**ترجمہ**: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے انتقال کے بعد اس کے عمل اور نیکیوں میں سے جو کچھ اسے ملتا رہے گا یہ ہے: اس کا وہ علم جسے اس نے سکھایا اور پھیلایا، نیک بیٹا جسے اس نے چھوڑا، یا وہ قرآن پاک جسے اس نے ورثہ میں چھوڑا، یا وہ مسجد جسے اس نے بنایا، یا مسافر خانہ بنایا، یا کسی نہر کو جاری کیا، یا وہ صدقہ جاریہ جسے اس نے حالت صحت اور زندگی میں اپنے مال سے دیا ان کا ثواب اسے موت کے بعد بھی ملتا رہے گا۔]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''جس سے مسلمانوں کو نفع پہنچانا مقصود ہوتا ہے جیسے کنواں بنانا، نہریں تیار کرنا، مسافر خانے اور پل بنانا، مساجد اور مدرسوں کی تعمیر کرنا اور انہیں امور خیر میں صرف کرنے کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں۔'' (فتاوی رضویہ قدیم، ج:۸، ص:۵۲۵، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۱۹۹۴ء)

مذکورہ احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سارے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں مگر کچھ کام ایسے بھی ہیں اگر مرنے والے نے مرنے سے پہلے ان کاموں کو کرلیا تو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو اس کے ان اعمال کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) علم نافع (۲) صدقۂ جاریہ (۳) نیک اولاد (۴) قرآن شریف (۵) تعمیر مسجد (۵) مسافروں کے لیے مکان (۶) نہر کا جاری کرنا (۷) وہ صدقہ جاریہ جس کو حالت صحت اور زندگی میں اپنے مال سے دیا ہو۔ اب اس کی روشنی میں موصوف کو دیکھتے ہیں:

علم نافع: موصوف اگرچہ عالم وفاضل نہیں تھے مگر علما سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، مدارس سے محبت فرماتے تھے، اپنے بچوں کو علما واساتذہ کا ادب سکھاتے اور خود بھی قرآن شریف اور اردو وغیرہ پڑھے ہوئے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام واولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے واقعات سے خاص دلچسپی رکھتے، اپنے بچوں کو بچپن میں ان کے ایمان افروز واقعات سناتے اور نماز وطہارت وغیرہ کے مسائل سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور اپنے بچوں کو علم دین سکھایا، دو بچے حضرت مفتی محمد سلیم نوری صاحب دام ظلہ اور حافظ وقاری مولانا محمد علیم برکاتی کو عالم دین بنایا جو ان کے لیے علم نافع کی شکل میں صدقہ جاریہ ہیں۔

صدقۂ جاریہ: بچوں کو علم دین سکھانا، مدارس میں کتابیں خرید کر وقف کرنا، مدارس کی تعمیر وترقی کے لیے تعاون کرنا مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا یہ سب صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد بھی عنایت فرمائے گا اور ان کو اس سے فائدہ پہنچتا رہے گا۔

نیک اولاد: جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر کیا کہ سات بھائی پانچ بہنوں میں سے ہر ایک کو دینی تعلیم دی ان کی اچھی پرورش کی۔ دو بیٹے حافظ وقاری اور عالم ہیں۔ اُن کے تمام بیٹے اور بیٹیاں نیک اور صالح ہیں۔ کسی بھی بُرائی میں ملوث نہیں۔ ان

کے بچے نہ تو غلط صحبت میں بیٹھتے ہیں اور نہ ہی کبھی اُنہوں نے اپنے بچوں کو کھیل کود وغیرہ میں شامل ہونے دیا۔ ان میں سے حضرت علامہ مفتی سلیم صاحب دام ظلہ حافظ وقاری، عالم وفاضل ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ وافتا کے بھی بلند مقام پر فائز ہیں چوں کہ حضرت سے مجھے شرف تلمذ حاصل ہے اور مجھ کو کامیاب بنانے کے لیے آج بھی کوششیں فرماتے ہیں۔

مصحف شریف: چوں کہ آپ خود قرآن مقدس کی تلاوت فرماتے اس وجہ سے اپنا قرآن شریف وارثوں کے لیے ترکہ میں چھوڑا اور اس کے علاوہ مساجد میں بھی قرآن شریف کو تلاوت کرنے والوں کے لیے وقف کیا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی لائبریری کے لیے مختلف دینی وشرعی کتابیں اور بھیلواڑہ راجستھان کی اسٹیشن والی مسجد میں سنی حنفی دار الافتاء کے لیے ''فتاوی رضویہ'' جدید مکمل ۳۰ رجلدیں، فتاوی عالم گیری، درمختار، بہار شریعت اور فتاوی فیض الرسول وغیرہ وقف کیں جو یقیناً اہم دینی خدمت اور موصوف کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

تعمیر مسجد: تعمیر مساجد کے حوالے سے بھی آپ کی خدمات یادگار ہیں قصبہ بہیڑی کی ''سنہری مسجد'' کی تعمیر جدید میں آپ نے حصہ لیا، ''میاں والی مسجد'' کے میناروں کے ٹائلس وغیرہ کا کام بھی آپ ہی کے تعاون سے ہوا۔ نوری مسجد میں سمر سیبول لگوایا۔ جو آج بھی ان کے اخلاص کی منہ بولتی تصویر ہے۔

مسافروں کے لیے مکان بنوانا: مسافروں کے لیے کوئی باضابطہ مکان تو تعمیر نہیں کروایا لیکن پرانے مکان میں ایک بیٹھک تھی جس میں باہر سے آئے ہوئے مسافروں اور غربا و مساکین کے قیام کا انتظام فرماتے اور ان کی ضیافت بھی فرماتے۔

نہر کا جاری کرنا: اب اگر چہ نہروں کا رواج نہیں ہے لیکن نیک اور پرہیز گار لوگ عام مقامات پر پانی کا انتظام فرماتے ہیں کیونکہ پانی کے صدقے کے لیے تو نص حدیث موجود ہے اور حدیث شریف میں اس کی تاکید بھی موجود ہے۔ جب اس تناظر میں موصوف کی زندگی کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے متعدد مقامات پر پانی کا وافر انتظام فرمایا۔ بہیڑی کی ''نوری مسجد'' میں سمر سیبول لگوا کر پانی کی دشواری کو ختم کیا اور وضوء کرنے والوں کے لیے آسانیاں فراہم کیں، مدرسہ غریب نواز راجستھان میں ایک عدد سمر سیبول لگوایا۔

وہ صدقہ جاریہ جس کو صحت وزندگی کے زمانے میں اپنے ہاتھوں سے دیا

ایک موقع پر بہیڑی کے مدرسہ شیریہ میں ساری تپائیوں کا انتظام فرمایا اور پٹّیاں بھی ڈلوائیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا مستقل تعاون فرماتے تھے یہاں تک کہ وہاں سے گیارہ ہزار روپیے کی ممبر سازی کی جو مہم چلی اس میں بھی آپ ممبر کی حیثیت سے تھے، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کا بھی مستقل چندہ دے کر تعاون فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی ان خدمات دینیہ کو قبول فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

صد سالہ عرس رضوی کے سلسلہ میں
حضرت احسن میاں صاحب کی اپیل

۲۵ رصفر المظفر ۱۴۴۰ھ میں سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے وصال کو ۱۰۰ رسال پورے ہونے جا رہے ہیں۔ ۱۴۴۰ھ/نومبر ۲۰۱۸ء میں صد سالہ عرس رضوی ہوگا۔ رضویات پر کام کرنے والی تنظیمیں تحریکیں، جماعتیں، اکیڈمیاں، لائبریریاں اور ادارے ابھی سے صد سالہ عرس رضوی کو مثالی اور تاریخ ساز بنانے میں جٹ جائیں۔ ہر خطے میں تشہیری مہم شروع کر دیں۔ اپنے علاقوں میں منعقد ہونے والے جلسوں، جلوسوں عرسوں وغیرہ میں ''صد سالہ عرس رضوی مبارک ہو'' لکھے ہوئے بینر اور پوسٹر ضرور شائع کریں۔ سنی رسائل و جرائد صد سالہ عرس رضوی کی مناسب سے خصوصی شمارے نکالنے کی تیاری کریں۔ تصنیفی اور تالیفی ادارے اور مکتبے تصنیفات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا خصوصی اہتمام کریں۔ صد سالہ عرس رضوی کے مبارک موقع پر رضویات پر کام کرنے والے علما، شعرا، مشائخ قلمکار، مضمون نگار، مصنفین، مدرسین، مقررین اور دانشور حضرات کو ایوارڈ سے نوازنے کا جگہ جگہ اہتمام فرمائیں۔

(محمد احسن رضا قادری سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف)

United PRINTERS

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P./BR-175/15-17
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT : 80 GRM

Rs. 20/- Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian) July- 2017

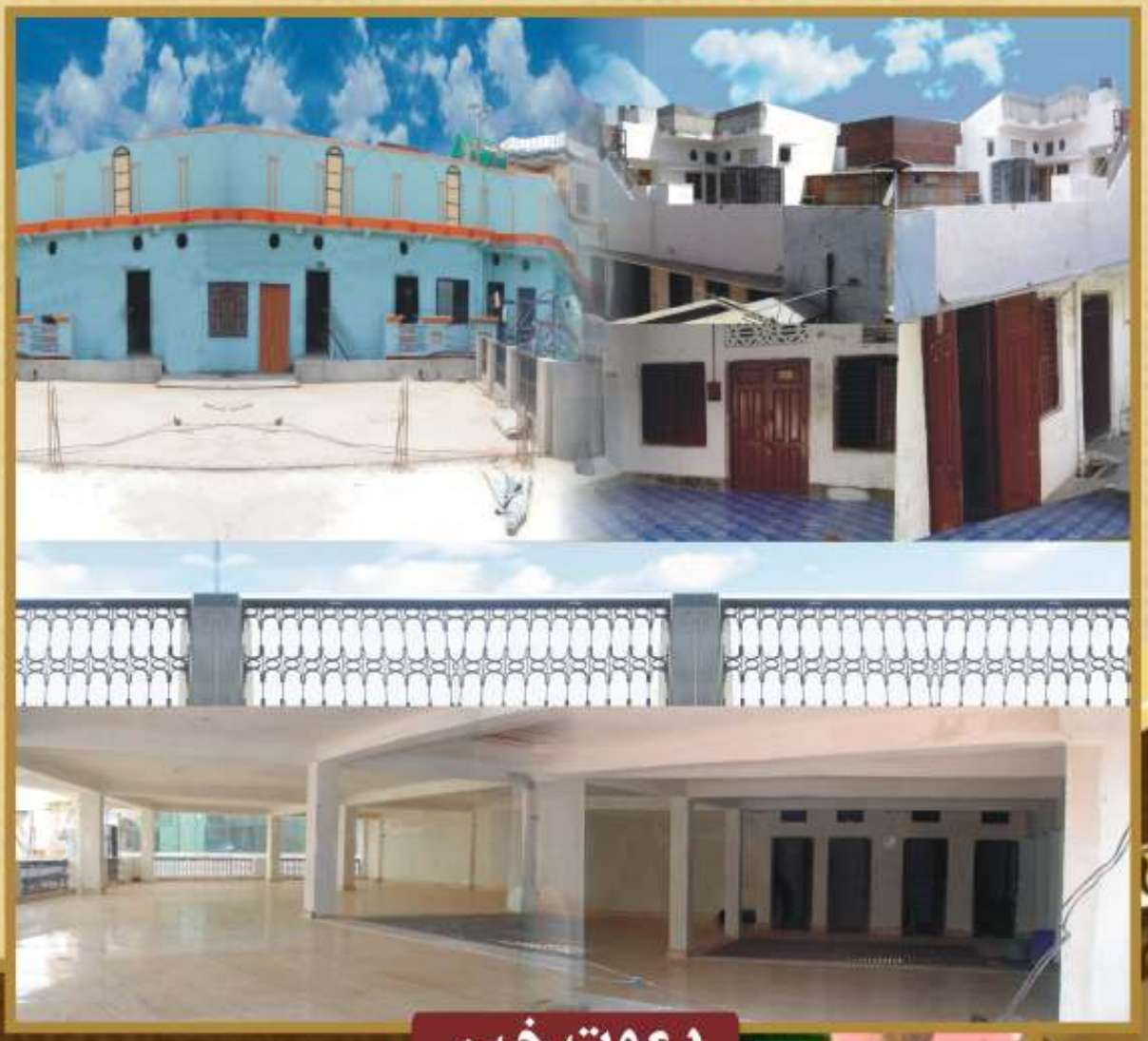

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)